مناظرۂ عجیبہ

حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ قاسم العلوم ۱۳۰ بے ون / کورنگی کراچی ۳۱

اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علیٰ ان یخلق
مثلهم بلیٰ وهو الخلاق العلیم ط

حضرت نانوتویؒ کی مشہور کتاب تحذیر الناس کے مشکل مقامات کی تشریح و توضیح پر

مناظرہ عجیبہ

از
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز
ترتیب جدید و عنوانات
مولانا حسین احمد نجیب (رفیق دار التصنیف دار العلوم کراچی)

ناشر ...
سید محمد معروف
مکتبہ قاسم العلوم ۱۴۰/ جے ون
کورنگی کراچی ۳۱

9/-

نام کتاب ـــــ مناظرہ عجیبہ

تالیف ـــــ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ترتیب جدید ـــــ حسین احمد نجیب

کتابت ـــــ محمد رمضان

ناشر ـــــ سید محمد معروف

طابع ـــــ مشہور آفسٹ پریس

اشاعت اول جولائی ۱۹۷۸ء

ملنے کے پتے

۱:۔ مکتبہ قاسم العلوم جے ون ۱۴۰ کورنگی کراچی ۳۱

۲:۔ مکتبہ دار العلوم ڈاک خانہ دار العلوم کراچی ۱۴

۳:۔ ادارۃ المعارف ڈاک دار العلوم کراچی ۱۴

۴:۔ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

۵:۔ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

۶:۔ توحیدی کتب خانہ، گل محمد لائن چاکیواڑہ کراچی ۲

۷:۔ سید بک ایجنسی ریگل بس اسٹاپ صدر کراچی

فہرست مضامین مناظرہ عجیبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارشات

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً
علی خیر خلقہ سید الاولین والآخرین خاتم النبیین
والمرسلین سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد وعلی آلہ و
اصحابہ اجمعین۔

امّا بعد حجۃ الاسلام مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں علم وعمل کا وہ بحرِ ناپیدا کنار جس کی نظیر ان آخری دو صدیوں میں ملنا مشکل ہے، آپ کی تصنیفات بظاہر مختصر رسالوں کی صورت میں ہیں مگر ان صفحات میں جو علوم ومعارف سموئے ہیں اگر کوئی آدمی انکو صحیح معنی میں سمجھ کر پڑھ لے تو بلا تردید اُسے بحر العلوم کا غواصِ عالم قرار دیا جا سکتا ہے۔

"مناظرہ عجیبہ" اگرچہ "تحذیر الناس" کی بعض عبارتوں پر علمی اعتراضات کے جواب اور اسی سلسلے کے چند مکاتیب پر مشتمل ہے، مگر چونکہ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کے سامنے یہ اعتراضات واشکالات پیش کرنیوالے حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ علم شخصیت تھے اس لئے اس سوال وجواب کے نتیجے میں "تحذیر الناس" کی ایک لاجواب شرح وجود میں آگئی۔ اور ساتھ ہی اہلِ علم کے اس باوقار علمی اختلاف کا اسلوبِ بیان بھی سامنے آتا ہے جو اہلِ علم کے اندازِ گفتگو کی وضاحت کرتا ہے۔

آج سے تقریباً دو سال پیشتر راقم نے اپنی کم مائیگی وبے بضاعتی کے اعتراف کیساتھ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے علمی نوادرات کو جدید طرزِ طباعت کے مطابق ڈھالنے کا ارادہ کیا اور سب سے پہلے "تحذیر الناس" سے اس کا آغاز کیا۔ اس میں عنوانات اور حواشی کے اضافہ کیساتھ کتاب میں پیراگراف بنا دیئے گئے تاکہ ہر شخص کے لئے انکی استعداد کے

مطابق استفادہ میں قدرے آسانی ہو جائے، احقر کی کوتاہ نظری کے باوجود اہل علم حضرات نے اس کوشش کو مجموعی طور پر سراہا، اور استاذی المکرم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ نے تو احقر راقم کے اس ارادہ عمل کی بہت حوصلہ افزائی فرمائی، اور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی لاجواب تصنیف "قبلہ نما" کو اسی ترتیب وتزئین سے شائع کرنے کی خواہش کا اظہار بھی فرمایا، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس کا عربی اور انگریزی ترجمہ کرانا چاہتے تھے۔

الحمد للہ بزرگوں کی دعا کا ہی یہ اثر معلوم ہوتا ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ وبے علم کے واسطہ سے حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے علمی نوادر میں سے "مباحثہ شاہجہان پور" اور "میلہ خداشناسی" دار الاشاعت کراچی سے اور "تحذیر الناس" "مکتبہ قاسم العلوم کراچی" سے اس نئی ترتیب وتزئین کے ساتھ شائع ہو کر قبولیت حاصل کر چکی ہیں، اب اس سلسلہ کی کتاب "مناظرہ عجیبہ" "مکتبہ قاسم العلوم کراچی" شائع کر رہا ہے۔ "تحذیر الناس" کی "مناظرہ عجیبہ" کے نام سے یہ شرح حقیقۃً "تحذیر الناس" کو سمجھنے کے لئے ایک لازمی حیثیت رکھتی ہے، اسکی افادیت کا انداز تو مطالعہ کے بعد ہی ہوگا، آخر میں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ "مناظرہ عجیبہ" میں بھی اصل کتاب کی عبارت میں ذرہ برابر تقدیم وتاخیر اور ردوبدل نہیں کیا گیا۔ صرف پیراگراف بنا کر عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے اور عربی فارسی عبارتوں کا ترجمہ نیچے حاشیہ میں لکھا گیا ہے البتہ بعض جگہ "ادس" "اون" وغیرہ قدیم الفاظ اُس اُن وغیرہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور آخرت میں اسی قافلہ کے ساتھ بعثت فرمائے جسکی خوشہ چینی کی سعادت اس دارِ فانی میں عطا فرمائی ہے
وباللہ التوفیق

راجی رحمۃ ربہ الکریم
حسین احمد نجیب
رفیق دار التصنیف دار العلوم کراچی
اتوار ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

اعلانِ حق

اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی "تحذیر الناس" ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہے مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ (حسام الحرمین مطبوعہ ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۰)

والقاسمیۃ المنسوبۃ الی قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وھو القائل فیہ ولو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذٰلک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اٰخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم الی اٰخر۔
(حسام الحرمین طبع سنہ ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۹)

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت "تحذیر الناس" کے مندرجہ ذیل تین فقروں میں تقدیم و تاخیر کر کے مسلسل بنائی گئی ہے۔ قارئین خود ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

- بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔
- بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔
- عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

"فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم"

محذورِ اوّل

موصوف بالذات مؤخر بالزمان کیسے ہو سکتا ہے؟

جب کہ موصوف بالذات موقوف الیہ بالعرض کا ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ مقدم بالذات یا بالزمان ہو تاخر زمانی اس کو کیسے لازم ہے یہ فرما دیں کہ مقدم بالذات کو کیونکر تاخر بالزمان لازم ہے؟

جواب محذورِ اوّل

مقدم بالذات کو تاخر بالزمان لازم ہو سکتا ہے

مولانا حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اوّل المخلوقات ہیں علی الاطلاق کہئے یا بالاضافۃ سو جیسے اس تقدیم و تاخر کے اجتماع کا تسلیم کرنا آپ کے ذمہ لازم ہے اسی طرح موصوف بالذات بالنبوۃ کا تقدم اور پھر تاخر دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اتنا فرق ہے کہ یہ اجتماع جو آپ کی نزدیک منجملہ اجتماع المتضادین ہے ورنہ پھر اعتراض ہی کیا تھا یوں ہی قضیہ اتفاقی ہے اور میرے نزدیک قضیہ لزومی۔

اور اگر یہ غرض ہے کہ ملزوم ذاتی ہوتا تو تاخر زمانی جائز ہوتا لازم کیوں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لزوم ذاتی نہیں لزوم خارجی ہے اور لزوم خارجی میں ذات ملزوم مقتضی ذات لازم نہیں ہوتی معروض لازم اور محل وقوع قابل ہوتی ہے ورنہ لزوم ذاتی ہوتا لزوم خارجی نہ ہوتا اس لئے اس صورت میں لازم وجود خارجی ملزوم میں بالعرض ہوگا جس کے لئے بالذات کی ضرورت ہے سو جس کے لئے یہ لازم بالذات لازم ہے وہی علت بالذات لازم ہے پر علۃ وقوع لازم علی الملزوم الخارجی کو اور امر ہوتا ہے۔

بغرض تحقیق لزوم یہ گذارش ہے کہ یہاں لزوم وجود ہے لزوم ذات نہیں علۃ ثالثہ مقتضی لازم معلوم ہے خود ذات ملزوم مقتضی اور علۃ نہیں اسلئے بلحاظ ملزوم تو جواز ہی پر بلحاظ علت موجب اللزوم لزوم ہے مگر اقتضاء علۃ ثالثہ بھی وجود خارجی ہی میں منحصر ہے وجود خارجی اور ذہنی دونوں کو مشتمل نہیں ورنہ لزوم ذات بالمعنی الاخص نہ ہوتا تو بالمعنی الاعم تو ہو جاتا ہے۔

بہر حال لازم ذات کی دو قسمیں ہیں جہاں خود ذات ملزوم مقتضی لازمی ہوتی ہے وہاں تو جیسی ملزوم کے تحقق کو لازم کا تحقق لازم ہوتا ہے ایسے ہی ملزوم کے تصور کو لازم کا تصور بھی لازم ہوتا ہے اور جہاں مقتضی لازم کوئی امر ثالث ہوتا ہے اور پھر وہ امر ثالث علۃ ملزوم بھی ہو تو ملزوم اور لازم از قسم معلول علۃ ثالثہ ہوتی ہیں اور وجوداً اور ذہناً لازم یک دیگر رہتے ہیں اور ایک کے تصور کو اگرچہ واسطہ دوسرے کا تصور لازم نہ ہو پر دونوں کے تصور کو جزم بالملزوم لازم ہوتا ہے۔

تخلیق میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدم و مؤخر ہونا

اب سنئے کہ روح پر فتوح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم جو اصل موصوف نبوت ہے۔ ارواح انبیاء باقیہ کے لئے علیہم السلام موقوف علیہ ہے اور اس وجہ سے آپ کو تقدم بالخلق لازم ہوا اگر مخلوقیت روحانی کو تولد جسمانی لازم نہیں اور آپ کے نزدیک لازم ہو تو ثابت کیجئے اور اول ما خلق اللہ نوری وغیرہ مضامین کی تغلیط فرمائیے۔

البتہ وجوہ معروضہ مکتوب تحذیر الناس تولد جسمانی کی تاخر زمانی کے خواستگار ہیں اس لئے کہ ظہور تاخر زمانی کے سوا تاخر تولد جسمانی اور کوئی صورت نہیں ہاں ایک صورت تھی کہ سب میں اول یا بعض سے اول آپ پیدا ہوتے اور نبوت آپ کو سب کے بعد

عنایت ہوتی اس صورت میں قطع نظر اس سے کہ باوجود مادہ قابل اور بلوغ اشد نبوت بالفعل کیوں نہ عطا ہوئی اور مرتبہ بالقوۃ کو باوجود شرائط فعلیہ عطا نہ ہوئی خرابی یہ لازم آئے گی کہ تبیع حقیق ایک زمانہ دراز تک نبوت میں اوروں کے تابع رہیں یا یوں کہئے کہ اکمل افراد انس جن کی شان میں وارد ہے :-

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

یوں ہی ایک زمانہ دراز تک مرفوع القلم رہے بہر حال توقف معلوم اگر ہے تو بین الارواح ہے بین الاجسام نہیں بین الاجسام اگر ہے تو اور توقف ہے جس سے قضیہ تقدم و تاخر منعکس ہو جاتا ہے یعنی وجود روحانی میں تو حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف علیہ اور ارواح جملہ انبیاء باقیہ علیہم السلام موقوف اور وجود جسمانی میں حضرت آدم حضرت ادریس حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل علیہ السلام آباء کرام محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف علیہ اور جسم اطہر حضرت ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقوف۔

باقی رہا انا، انت، ہو وغیرہ ضمائر کا اطلاق روح اور جسم دونوں پر عرف عام میں معروف ہے کبھی میں اور آپ انا اور انت بہ نسبت اپنی یا کسی دوسرے کی روح کے بولتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس کبھی بہ نسبت جسم کے کبھی کہتے ہیں میں نے مارا یا مجھکو مارا اور ظاہر ہے کہ سب احکام جسمانی ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ مجھ کو غصہ آیا یا مجھ پر غصہ آیا یہ سب احکام روحانی ہیں علی ہذا القیاس مصداق اسماء بھی عرف عام میں دونوں ہوتے ہیں سو میں نے ایک اسم واحد کے لئے تقدم ذاتی یا زمانی اور نیز تاخر زمانی اگر ثابت کر دیا تو کونسا محذور لازم آیا اور اگر لازم آتا ہے تو مجھ پر اور آپ پر دونوں پر لازم آتا ہے پھر یہ کونسا انصاف ہے کہ جواب دہی صرف میرے ہی ذمہ ہو اور اگر یہ سزا اس جرم کی ہے کہ میں نے

موقوف علیہ کیوں کہا اوّل ما خلق اللہ نوری کیوں نہ کہا تو اب سہی مگر پھر بھی وجہ اس تخصیص سزا کی اس جرم کے ساتھ بھی کچھ چاہیئے۔

محذور ثانی

نبوت خاتم عین خاتم یا مقتضائے ذات خاتم کیونکر ہوسکتا ہے

حضرت خاتم صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ ایسے موصوف بالذات غیر مکتسب من الغیر ہیں جیسے واجب الوجود تعالیٰ موصوف بالذات ہے اور معلوم ہے کہ وجود واجب الوجود عین ذات ہے کما ہو الحق یا مقتضائے ذات کما ہو عند المتکلمین، پس فرمادیں کہ نبوت خاتم کیونکر عین خاتم یا مقتضاء ذات خاتم غیر مکتسب من الغیر ہے۔

جواب

تمام لوازم ذات بالمعنی الاخص ناشی عن الذات ہوتے ہیں

لفظ کیونکر سے اگر سوال کیفیت مد نظر ہے تو آپ پہلے کیفیت عینیۃ وجود خداوندی یا کیفیت مقتضائیۃ وجود خداوندی بتلائیے پھر مجھ سے سوال کیجئے اور اگر استفسار علۃ عینیۃ و مقتضائیۃ ہے تو بھی اوّل آپ ہی ارشاد فرمادیں اور اگر کوئی مقدمہ بدیہی آپ کے نزدیک مخالف غرض احقر ہے اور تفصیل مخالفت یہ ہے کہ بقیاس وجود واجب میں ذمہ عینیۃ یا مقتضائیۃ لازم ہے اور وہ مقدمہ اس کے مخالف خبر دیتا ہے تو اوّل اس مقدمہ

سے خبردار فرمائیے شاید بوجہ حدس یا صفاء ذہن آپ اس سے مطلع ہوں اور مجھ کو اسکی خبر نہ ہو کیونکہ آج تک اس لزوم اور مخالفت سے میں مطلع نہیں۔

آپ اور نیز ماہران معقول اغلب یہ ہے کہ تسلیم فرمائیں گے اور بے وجہ ناحق کی حجتیں نکال کر دوبارہ مجھ کو لولو بنائیں گے لیکن جو انصاف کو کام فرمائیں گے اور فہم سے دست برداری نہ ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس بات کو آپ بھی اور نیز تمام اہل حق اور اہل عقل بر سر و چشم ہی رکھیں گے کہ تمام لوازم ذات بالمعنی الاخص ناشی عن الذات ہوتے ہیں اور اس وجہ سے مرتبہ ذات میں مصداق لازم ذات کو ماننا ضرور ہے ورنہ نشو و نما اور خروج قبل وجود خارج لازم آئے گا۔

الغرض مخرج و مصدر میں بالمعنے الاخص وجود خارج و صادر قبل خروج و صدور ضرور ہے لیکن چونکہ بحث لزوم ہے تو یہ خروج و صدور مستلزم انعدام مصداق لازم فی مرتبۃ الملزوم نہ ہوگا ورنہ بالبداہت انفکاک ممکن ہوگا اس لئے کہ ماحصل لزوم اس وقت فقط اتصال مشابہ اتصال متبائنین ہوگا اور ظاہر ہے کہ اتصال متبائنین قابل زوال اور ممکن الانفکاک ہوتا ہے اس صورت میں ضرور ہے کہ مرتبہ خارج مرتبہ مندمج فی الذات سے ضعیف ہوگا اور وہ شدید ورنہ تساوی علۃ و معلول فی الشدۃ والضعف لازم آئے گی اور یہ بات آپ خوب جانتے ہیں کہ صحیح ہے یا غلط۔

ہر بالعرض کے لئے کوئی بالذات چاہیئے

جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب ہر بالعرض کے لئے کوئی بالذات چاہئے اور سنئے کہ عروض المعروض اسی خروج اور خارج ہی کا طفیل ہوتا ہے امر خارج مخرج کے ساتھ انتساب ضرور رکھتا ہے اور اس وجہ سے اس کو فاعل کہیں تو بجا ہے اور معروض کے ساتھ انتساب وقوع رکھتا ہے

اور اس وجہ سے اس کو مفعول کہیں تو زیبا ہے الغرض حقہ واحد از وصف واحد دونوں میں مشترک ہوتا ہے جب یہ تطفل معلوم ہوگیا اور ایک کا دوسرے کی نسبت طفیلی ہونا جو ماحصل اس قضیہ مشہور کا ہے کہ ہر بالعرض کے لئے کوئی بالذات چاہیئے ظاہر ہوگیا تو۔

وجود ممکنات بالذات و ذواتی نہیں بالعرض ہے

اب اور سنیئے وجود ممکنات بالذات و ذواتی نہیں بالعرض ہے اور وہ بالذات جو کہ بالعرض کے لئے چاہیئے یہاں وہ وجود ہے جو ذات بحت سے صادر ہوا ہے اور اس وجہ سے اس کو لازم ذات خداوندی کہنا ضرور ہے اور اسی کو محققین صوفیہ کرام صادر اوّل اور وجود منبسط اور نفس رحمانی کہتے ہیں اس وجود کو تو عین ذات کوئی نہیں کہتا اور اگر بعض اکابر نے اسی کو ذات قرار دیا ہے تو وجہ اسکی بجز اسکے اور کیا کہیئے کہ ان کا ادراک کسی وجہ سے یہیں منتہی ہوگیا اگرچہ ادراک بالشا سب کا یہیں منتہی ہوتا ہے اور وہ وجود جو مندمج فی الذات ہے وہ لاریب عین ذات ہے مثل صادر اول مقتضاء ذات اور لازم ذات نہیں مگر یہ قاعدہ فقط صادر اوّل ہی میں اس وقت منحصر نہ ہوگا بلکہ تمام صادرات اوّل ہوں یا ثانی و ثالث وغیرہ اور ہوں گے اور مصدر و مخرج اور گر ہر صادر کے لئے جدا مصدر ہے اور ہر خارج کے لئے جدا مخرج اگرچہ فرق اعتباری ہی کیوں نہ ہو اس تقریر پر محققین اور متکلمین میں بجز نزاع لفظی کچھ نہ ہوگا جو یوں کہا جائے کہ یہ حق ہے اور یہ ناحق باقی رہا لا عین ولا غیر ہونا اس کا ذکر اس مقام میں اگر بے محل نہ ہوتا تو آپ کی خدمت میں اسکی تفسیر بھی عرض کرتا چلتا۔

ہاں یہ سنیئے کہ جیسے علم کو عین عالم نہیں کہتے حالانکہ علم بمعنی قوۃ علمیہ جو اصل مبدأ انکشاف ہے یعنی مثل نور بذاتِ خود منکشف ہے اور صور کے لئے جس کو اور صاحب مبدا انکشاف کہتے ہیں کاشف ذات عالم ہی سے صادر ہوتا ہے اور یہاں بھی وہی صدور اور خروج کا قصہ

ہے ایسے ہی اطلاق وجود بھی ذات بابرکات پر ناروا کہیئے تو بجا ہے جیسے اطلاق وصوب شعاع خارج من الشمس پر اور اطلاق شعاع نور مندمج فی ذات الشمس پر ناروا ہے اور کیوں نہ ہو مرتبہ محکوم بہ یہاں مرتبہ محکوم علیہ کی نسبت ناقص ہے اور اطلاق مفہوم ناقص مصداق کامل پر ناروا ہے اور پھر تسبیر یہ اسامی ان مراتب کے ساتھ مخصوص اگرچہ جنس مشترک سب کی ایک ہی کلی مشکک ہو کلی متواطی گو نہ ہو ایسے ہی علم عالم وجود موجود وغیرہ مفہومات اور مصادیق کو خیال فرما لیجئے بالجملہ مرتبہ صادر مثل دیگر صادرات منجملہ صفات ہے گو اس کو صفات مبحوث عنہا میں نہ رکھا ہو اور اس وجہ سے کوئی اس کو صفت نہ کہتا ہو۔

نبوت کا مقتضائے ذات اور عین ہے!

لیکن ایسی ہی نبوت اور نبی کو بشرطیکہ نبوت ذاتی ہو یعنی منجملہ صادرات ہو از قسم واقعات نہ ہو خیال فرمائیے نبوۃ بمعنی ما بہ النبوۃ جس میں کلام ہے اور جس کا وصف ذاتی ہونا متصور ہے اگر کہیں بالذات ہوگی تو منجملہ صادرات ہوگی از قسم اوصاف واقعہ من الخارج نہ ہوگی اور صادرات کو آپ سن ہی چکے ہیں کہ مقتضاء ذات مصدر ہوتے ہیں عین مصدر نہیں ہوتے ہاں مرتبہ ذات بھی عاری نہیں ہوتا سو اگر اطلاق مفہوم صادر بطور اشتراک ذات مصدر پر بایں وجہ درست ہے کہ وہ بھی عاری عن اصل الوصف نہیں ہوتی تو اطلاق نبوۃ بمعنی مذکور بھی درصورت صدور مفروض درست ہوگا اور نہیں تو نہیں اور اگر اطلاق میں اتباع عرف عام یا خاص ہے اور اس وجہ سے کہیں اطلاق کرتے ہو کہیں نہیں کرتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ وجود بوجہ عرف عام یا خاص عرف صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ مرتبہ ذات پر بھی بولا جاتا ہے اور نبوت مرتبہ ذات نبی پر بھی بولی جاتی ہو مگر مرتبہ صادر کی مقتضاء ذات نبی ہونے میں کچھ تامل نہیں مگر شرط یہ ہے کہ نبوت سے نبوت بمعنی ما بہ النبوت مراد لیجئے اور ادھر

نبوت کو وصف ذاتی بمعنی صادر من الذات قرار دیجئے اب دیکھئے نبوت کا مقتضاء ذات ہونا بھی واضح ہوگیا اور عین ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔

ہاں وہ خلجان جو بوجہ نامعلوم ہونے حقیقت نبیؐ کے اس مقام پر عارض حال ہو سکتا ہے باقی رہا سو اس کے مٹانے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ جیسے بشریت میں انبیاء علیہم السلام مماثل امت ہوتے ہیں ایسے ہی مرتبہ حقیقت روحانی میں نوع علیحدہ ہوتے ہیں خواہ علیحدگی از قسم تشکیک رکھئیے اور ایک وجہ سے یہ خیال بجا ہے خواہ از قسم تباین اور ایک وجہ سے یہ خیال حق ہے۔

الغرض مماثلہ جسمانی فی مقتضیات الجسمیۃ اس بات کے خواہاں نہیں کہ مراتب روحانی میں بھی ایسی ہی مماثل ہوں تفاوت مراتب ہرگز نہ ہو یہی وجہ ہے کہ جیسے قل انما انا بشر مثلکم آیا ہے ایسے ہی تھالوا ان ہذا الا بشر مثلنا بھی آیا ہے جس سے بشرط ذوق سلیم یہ بات عیاں ہے کہ کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا اور انبیاء علیہم السلام کو مثل اپنی سمجھنا بھی غلط ہے سو مضامین متعارضہ فی الظاہر کی تطبیق باہمی اسی طور متصور ہے جیسے میں نے عرض کیا الغرض انبیاء علیہم السلام کو اپنا سا تصور نہ فرمائیے اور پھر اس قیاس نبوت کے عین و مقتضاء ہونے کو انکار نہ کیجئے اگر یہ صحیح ہوتا تو ہم بھی نبی ہوتے ——

محذور ثالث

خاتم بمعنی موصوف بالذات واسطہ فی العروض کیونکر بنتا ہے

صراحۃً فرماتے ہیں کہ خاتم بمعنے موصوف بالذات صلی اللہ علیہ وسلم موصوفین بالعرض کے لئے واسطہ فی العروض ہیں اور تمثیل واجب الوجود سے بھی اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ بھی ممکنات کا واسطہ فی العروض ہے اور معلوم ہے کہ ذو واسطہ فی العروض عاری عن الوصف ہوتا ہے جیسے ممکنات عند التحقیق عاری عن الوجود ہیں الاعیان الثابتۃ ماشممت رائحۃً من الوجود اگرچہ نسبت وصف کی طرف ذی واسطہ ایجاباً مجازاً کرتے ہیں مگر حقیقت سلب کرتے ہیں پس لازم آیا کہ انبیاء موصوفین بالعرض عاری عن النبوت مثل ممکنات عاری عن الوجود کے ہوں اور سلب نبوت کا حقیقۃً ان سے درست ہوا اور بھی واسطہ فی العروض ذی واسطہ وجود اً متحاذ و امتیاز نہیں ہوتا جیسے جسم لون کا واسطہ فی العروض تحیز میں ہے اور ممتاز فی الوجود نہیں ایسے ہی واجب ممکن سے ممتاز فی الوجود نہیں پس چاہئے کہ انبیاء موصوفین بالعرض ممتاز فی الوجود موصوف بالذات سے نہ ہوں اور بھی درصورت واسطہ فی العروض وصف متعدد بالتشخص نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی وصف دو موصوف کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے ایک تحیز جسم اور لون دونوں کی طرف اور ایک وجود واجب اور ممکن دونوں کی طرف منسوب ہے اور یہاں وصف نبوت ہر نبی کو جدا جدا عارض ہے پس واسطہ فی العروض کیونکر بنتا ہے۔

قبل از جواب ایک ضروری گذارش

مولینا آپ کو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ضد معلوم ہوتی ہے جو موجبات افضلیۃ سے تماشا ہے کرو باہیوں کو بدنام کریں اور آپ ان کا کام کریں واقعی خداوند عدل کی طرف سے یہ اس تہمت کا جواب ہے جو محبیان سنت کے ذمہ لگائے گئے تھے۔

مولانا قبل از جواب یہ گذارش ہے کہ افضلیۃ اور مفضولیۃ آثار تشکیک میں سے ہیں کیونکہ افضل اور مفضول اگر ایک کلی مشکک کے افراد نہ ہوں گے تو یا تو ایک کلی متواطی کے افراد ہوں گے یا دو کلی متبائن کے اشخاص پہلی صورت میں تو فرق اشدیۃ واضعفیۃ وغیرہ اقسام تشکیک کی کوئی صورت نہیں اور افضلیۃ میں بھی اشدیۃ وغیرہ ہوتے ہیں اور مفضولیۃ میں اضعفیۃ وغیرہ اور دو کلی کے اقسام میں سے ہوں گے تو یہ نسب ثلاثہ جنکو تساوی اور کمی اور بیشی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں متصور نہیں خواہ تساوی اور کمی بیشی فی الکم ہو جو ان سب کے لئے اصل موضوع ہے یا تساوی کمی بیشی فی الکیف ہو جیسے اکثر بولا کرتے ہیں۔

الغرض جس وصف میں کمی بیشی یا مساوات ہو اس وصف کا اشتراک دونوں جا بدیہی ہے اور جب افضلیۃ کے لئے تشکیک کی ضرورت ہوئی تو تشکیک کے لئے بینے عروض منجانب الی جانب کی ضرورت ہے یعنی کہیں وہ وصف مبحوث عنہ ذاتی بمعنے بالذات ہو اور کہیں عرضی بمعنے بالعرض ورنہ اس تفاوت مراتب کی پھر کوئی صورت نہیں وصف واحد مصدر وصف واحد کیونکہ ایک معلول کے لئے دو علتیں نہیں ہو سکتی ورنہ خدا کا تعدد بھی ممکن ہو گا اس لئے تشکیک کے لئے ضرور ہے کہ کہیں وصف مشکک

ذاتی یعنی بالذات ہو اور کہیں عرضی یعنی بالعرض پھر جہاں بالعرض ہو کہیں بوجہ مزید حسن قابلیت وصف مقبول کی شدۃ ہو جیسے نور کا ظہور آئینہ میں ہوتا ہے اور کہیں بوجہ نقصان قابلیت وصف مذکور ضعیف ہو جیسے زمین کا حال وقت عروض نور معلوم ہوتا ہے سو موصوف بالذات تو افضل تام اور اکمل علی الاطلاق ہوتا ہے اور کوئی موصوف بالعرض اگر بوجہ حسن قابلیت کسی دوسرے موصوف بالعرض ناقص القابلیت سے افضل ہوتا ہے تو اول تو اس موصوف بالعرض سے کمتر ہوتا ہے جسکی قابلیت اس سے بھی زیادہ ہو۔

اور اگر فرض کیجئے یہی سب میں زائد قابل ہے تو موصوف بالذات سے تو بہر حال کم ہی رہے گا کیونکہ موصوف بالذات اور موصوف بالعرض کے تساوی بھی اگر ممکن ہو تو ممکنات کا خدا کے برابر ہو جانا ممکن اور زیادتی اگر متصور ہو تو تساوی چھوڑ فضیلۃ متصور ہے بہر حال موصوف بالذات تو تمام موصوفین بالعرض سے موجود فی الخارج ہوں یا مقدر الوجود افضل ہوتا ہے اور سوا اس کے اور کسی کی افضلیت ایسی عام اور اشمل اور مطلق نہیں ہوتی۔

سو آپ اگر مدعی افضلیت تامہ عامہ مطلقہ بہ نسبت سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو موصوف بالذات اور واسطہ فی العروض ہونا بھی آپ کا آپ کو ماننا پڑے گا ورنہ ہم تو نہیں کہہ سکتے لیکن بظاہر اقرار افضلیت ہو گا تو در پردہ انکار افضلیت بھی ساتھ ہی ہو گا میں آپ کی انصاف پرستی سے اس وقت اس بات کا امیدوار ہوں کہ جیسے مشہور ہے ؎

متاع نیک ہر دوکاں کہ باشد

اس بات کو اگرچہ قاسم ہی کی کہی کیوں نہ ہو تسلیم ہی فرماویں گے اور جیسے کسی نے کہا ہے "ناحق کی حجتیں نہ مری جان نکالئے" سخن پروری نہ فرماویں گے اس گذارش سے تو از قسم نصح فی الدین ہے فراغت پائی۔

واسطہ فی العروض کا ثبوت

جواب شبہ ثالث بھی دیا چاہیئے اس محذور میں تین تقریریں ہیں جن کا ماحصل ایک ہے! اعتراض ہے خلاصہ اعتراض اوّل تو یہ ہے کہ انبیاء باقی سے سلب نبوت ذاتی بمعنی بالذات لازم آئے گا اس کا جواب تو فقط اتنا ہے کہ یہ اعتراض تو اور انبیاء کے نبی بالذات ہونے پر موقوف ہے اگر اعتراض کرنا تھا تو پہلے اس مقدمہ کو ثابت کرنا تھا سو یہ مقدمہ آپ سے ثابت ہوا نہ ہوا انشاء اللہ تعالیٰ بڑی دلیل آپ بیان فرماتے تو یہ بیان فرماتے کر اوروں کا نبی ہونا منصوص ہے یا بتواتر ان کا ادعار نبوّت اور اظہارِ اعجاز منقول ہے لیکن اس سے جب کام چل سکتا ہے کہ کلمہ مشتق مبدار اشتقاق کی وصف ذاتی بمعنی بالذات ہونے پر دلالت کرے سو یہ آپ سے ثابت ہوا نہ ہوا انشاء اللہ تعالیٰ ورنہ اطلاق حار آب گرم پر ممنوع ہو یا اس اطلاق سے اس کا حار بالذات ہونا ثابت نہ ہو بلکہ ممکنات پر یا تو اطلاق موجودیت بلکہ مخلوقیہ ممنوع ہو کیونکہ مخلوقیۃ کے لیئے خالق کی طرف سے ایجاد یعنی اعطار وجود ضرور ہے اور یا ممکنات کا موجود بالذات ہونا جو مستلزم وجود ذاتی ہے لازم آئے سو اگر ان مشتقات کا اطلاق موصوفین بالعرض پر درست ہے تو نبی کا اطلاق بھی موصوفین بالعرض پر درست ہوگا اور نہیں تو واقعی آپ کا اعتراض ثابت ہو جائے گا۔

الغرض بوسیلہ نصوص قطعیہ کہئے یا بذریعہ اخبار متواترہ اگر ثابت ہوگا تو اطلاق کلمہ نبی ہی ثابت ہوگا اس سے زیادہ کیا ثابت ہوگا جو آپ اس اعتراض کو لے کر بیٹھے ہیں۔

باقی رہا یہ ارشاد کہ الاعیان الثابتہ ما شمت رائحۃ من الوجود مسلم ہم وہ نہیں کہ اکابر دین کی تغلیط کریں البتہ آپ کا شیوہ اختیار کریں تو گنجائش انکار ہے یعنی آپ جب

اثر ابن عباسؓ کو باوجود تصحیح محدثین تسلیم نہیں کرتے تو میں اگر اثر شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کروں تو کیا بیجا ہے یہاں تو کسی محدّث نے تصحیح بھی نہیں کی اور آپ جانتے ہیں کہ ہر کارے ہر مردے تعیین مرتبہ رواۃ اور روایت سنجی انہی بزرگواروں کا کام ہے۔

آپ کا یہ انکار اس سے خالی نہیں کہ یا تغلیط محدثین کیجئے یا حضرت عبد اللہ بن عباس ہی کی خبر لیجئے اور اگر اس اثر کو بالمعنی مرفوع رکھئے چنانچہ انصاف یہی ہے تو پھر تو آپ کی یہ عنایت دور تک پہنچے گی بہر حال آپ کے طور پر تو ہم کو گنجائش انکار ہے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ قول بے سند ہے اور سند بھی ہو تو کیا ہوا شیخ محی الدین ابن عربی نبی نہیں جو مانتے اور ہمارے طور پر یہ قول بھی مسلّم اور حضرت شیخ بھی مسلّم مگر وجود سے وجود خارجی اور وجود منبسط مراد ہے اور مکان شمت موطن علمی ہے اس صورت میں عروض وجود خارجی جو مستلزم شم مذکور ہے مناقض قضیہ مذکور نہ ہوگا کیونکہ اختلاف مکانی رافع تناقض ہو جاتا ہے اور اگر یوں نہیں تو وجود ذاتی سے پہلے ہی انکار تھا اور وجود عرضی سے اب انکار لازم آیا۔

پھر اس صورت میں موجود مخلوق اور نبیؐ اور صدیقؓ اور شہید اور صالح اور عالم وغیرہ ہونا سب غلط ہو جائے گا کیونکہ یہ سب اوصاف مذکورہ اوصاف وجودی ہیں قبل حمل وجود ان کا محمول ہونا محال ہونا محال ہے اب آپ ہی فرمائیں کہ اس صورت میں کتنی نصوص اور متواترات کا انکار لازم آئے گا آپ فقط ایک نبوت منصوصہ ہی کی عرضی ہو جانے سے اتنا گھبراتے تھے۔

عدم امتیاز فی الوجود؟!

اور خلاصہ اعتراض ثانی یہ ہے کہ واسطہ فی العروض اور ذو واسطہ متحاذ فی الوجود اور ممتاز از یک دیگر نہیں ہوتی اور یہاں امتیاز اور انحیاز بدرجہ غایت ہے ایک اگر ملک عرب

میں ہیں تو ایک شام و عراق و مصر ہیں مگر یہ اعتراض بھی اثباتِ ضرورۃً یا کلیۃً امتیاز پہ موقوف تھا سو دلیل تو آپنے کوئی ارشاد نہ فرمائی تو ایک مثال بیان فرمائی مولانا مثال جزئی سے کوئی حکم کلی ثابت نہیں ہوتا ہاں امثلہ کثیرہ سے البتہ حصولِ استقراء مقصود ہے مگر پھر کیا استقراء کوئی حجت قاطعہ نہیں ہوتا۔

بایں ہمہ عدمِ امتیاز فی الوجود سے اگر یہ غرض ہے کہ عقل سے لیکر حواس تک کوئی ممیز اسکی تمیز کر سکے تو اس قسم کا امتیاز اور انحیاز تو مثالِ حضور میں بھی موجود ہے حواس سے اگر لون و جسم متمیز نہیں ہوتی تو نہ ہو عقل تو دونوں کو ایک دوسرے سے متمیز سمجھتی ہے اور اگر امتیاز فی الوجود یہی ہے کہ حواس سے جدی جدی معلوم ہو تی تو اس قسم کے امتیاز کا نہ ہونا مثال مذکور میں تو مسلم پر مثال جالس سفینہ اور سفینہ میں جو مثال اول اور اصل موصل ہے کیا کیجیے گا اور یہ امتیاز اور انحیاز کہاں سے لائیے گا۔

اور اگر یہ غرض ہے کہ انفصال نہ ہو مناسب ماہیتِ اتصال ہو چنانچہ مناسب جسم و لون فیما بین جسم و لون اتصال ہے اور مناسب سفینہ و جالس سفینہ فی ما بین سفینہ و جالس سفینہ اتصال ہے تو اس قسم کے ارتباط کی نفی فی ما بین اجسام الانبیاء تو مسلم لیکن فیما بین الارواح آپ نے کہاں سے ثابت فرمائی جو یہ اعتراض فرمایا بعد ثبوت دعویٰ حضور اثبات نفی مذکور بھی ضرور ہے ہاں اگر مصداق نبوۃ اجسام ہوتے اور اس وصف کی موصوف اصلی ارواح انبیاء علیہم السلام نہ ہوتیں تو البتہ اس لون بعید پر یہ ارتباط دشوار تھا باقی اتصاف یہ ہے کہ اتصال وصف عارض تو دونوں سے ضرور ہے اور اتصال موصوفین کہیں ضرور ہے کہیں ضرور نہیں جیسے وقوع حمل فیما بین الموصوفین کہیں ضرور ہے کہیں ضرور نہیں باقی اس کا اثبات اس محل میں مناسب نہیں۔

رہی یہ بات کہ کسی معقولی نے یوں ہی لکھا ہے تو لنشرط صحت یہ بات اُنہی کے نزدیک حجت

ہے جن کے نزدیک معقولات منجملہ منقولات ہیں اور جن کے نزدیک منقولات ہی منقولات ہیں بلکہ ایک حساب سے منقولات بھی معقولات ہیں یعنی بوسیلۂ عقل ہی صحت منقولات اُن کو معلوم ہے یہ نہیں کہ عقل کی مانتے ہیں موافق نقل ہو یا مخالف ان کے نزدیک ایسے مضامین میں کسی کا کہا سنا کوئی حجت نہیں۔

ثبوت تعدد شخصی وصف نبوت؟

الغرض اعتراض ثالث یہ ہے کہ وصف عارض من الواسطہ علی ذی الواسطہ متعدد بالشخص نہیں ہوتا اور یہاں وصف نبوۃ متعدد بالشخص ہے اس کا جواب بھی وہی ہے کہ یہ اعتراض بھی ثبوت تعدد شخصی وصف نبوۃ پر موقوف ہے اور یہ بات آپسے ثابت ہوئی نہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ ہاں تعدد شخصی انبیاء کرام علیہم السلام شاید سرمایۂ خلجان ہو مگر یہی وجہ خلجان ہے تو یہ بات تمام موصوفین بالذات اور موصوف بالعرض یا یوں کہئے تمام وسائط فی العروض اور معروضات میں پائی جاتی ہے موصوف بالذات اور موصوف بالعرض اور واسطہ فی العروض اور معروض واحد بالشخص نہیں ہوتے یعنی موصوف بالذات اور ہوتا ہے اور موصوف بالعرض اور ہوتا ہے اور واسطہ فی العروض اور ہوتا ہے اور معروض اور ہوتا ہے۔

مگر ہاں یوں سکئے کہ آپ نبی حقیقی محض اجسام انبیاء علیہم السلام کو سمجھے ہوں اور اس وجہ سے اشتراک وصف واحد غلط معلوم ہوتا ہے مگر جو شخص موصوفِ حقیقی بالنبوۃ ارواحِ انبیاء علیہم السلام کو سمجھتا ہو اور اطلاق نبی اجسام پر مثل اطلاق دیگر اوصاف روحانی مجازی عرضی جانتا ہو اس کے نزدیک یہ بُعد جسمانی مانع قرب روحانی نہیں ورنہ یہ قضیہ القاء مرشد بلکہ فیضِ صحبت اور نیز حدیث المرء مع من احب وغیرہ انصاف کی رو سے سب غلط ہو جاویں وہی نکتی تاویلیں وہ کہاں کہاں نہیں ہو سکتیں اس حساب سے تو کلام اللہ اور تمام احادیث میں بلکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں بھی تحریف معنوی کر سکتے ہیں۔

محذور رابع

کیا خاتم موصوف بالذات متعدد ہونگے؟

خاتم بمعنے موصوف بالذات بالمعنی المسلم اگر متحقق ہو تو لا محالہ ایک ہی ہوگا جو خاتم سلسلہ کل موصوفین بالعرض کا ہو لیس چھ خاتم جو طبقاتِ ستہ میں ہیں کسی قسم کے خاتم ہیں اگر وہ بھی موصوف بالذات ہیں تو تعدد لازم آیا اور جن کو موصوف بالعرض قرار دیا تھا بعض ان میں سے موصوف بالذات نکلے اور اگر موصوف بالذات نہیں تو خاتم نہ ہوئے پس اثر ابن عباسؓ سے انکار لازم آیا اور اس میں نبی کنبیکم موجود ہے۔

جواب

خاتم حقیقی اور اضافی

مولٰنا یہ اعتراض تو آپ کے منہ پر زیب نہیں دیتا کیا آپ فرق حقیقی و اضافی سے بھی واقف نہیں جیسے جزئی حقیقی بھی ہوتی ہے اور اضافی بھی ہوتی ہے ایسے ہی خاتم بھی حقیقی ہوتا ہے اور اضافی بھی ہوتا ہے صفحہ ۲۷[1] کی تحذیر الناس کی اس عبارت کو دیکھیے۔

"ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم" انتہی۔

میں اگر اوروں کی خاتمیت کو بھی علی الاطلاق رکھتا تو یہ اعتراض بجا تھا سو جیسے جزئی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اپنے مافوق کی نسبت جزئی ہے علی الاطلاق جزئی نہیں ایسے ہی

[1] صـ۵۶ جدید ایڈیشن، مکتبہ قاسم العلوم کراچی

خاتم اور موصوف بالذات کو بھی اضافی ہی سمجھئے کہ وہ بہ نسبت اپنے ماتحت کے خاتم اور بہ نسبت اپنے مستفیدوں کے موصوف بالذات ہیں۔

ورنہ میری طرف سے یہ گذارش ہے کہ جزئی اضافی مثل انسان وغیرہ کے اگر جزئی بمعنی مالایصدق الا علی واحد شخصی ہے تو انسان میں یہ بات کہاں اور نہیں تو پھر اس کو جزئی کیوں کہتے ہیں اگر وہاں امتناع عن الشرکت سے بحث نہیں بلکہ اس خصوص پر نظر ہے کہ جو جزئی حقیقی کو بالضرور لازم ہے اور فقط بلحاظ خصوص جزئی کہہ دیتے ہیں گویا خصوص مانع عن الشرکت میں سے جو خلاصہ حقیقت جزئی ہے فقط خصوص رہنے دیتے ہیں اور مفہوم منع کو حذف کر دیتے ہیں تو یہاں بھی مفہوم مستفاد منہ مستغنی عن الغیر میں سے جو موصوف بالذات حقیقی اور خاتم حقیقی کی حقیقت کا خلاصہ ہے تجرید کر کے فقط مفہوم مستفاد منہ رہنے دیتے ہیں اور باقی کو حذف کر دیتے ہیں، اس صورت میں نبی کنبیکم کہنا بھی صحیح ہے اور اعتراض بھی کچھ نہیں۔

بایں ہمہ تقریر ماثر جو رسالہ تحذیر میں مرقوم ہے شاید آپ کی نظر سے نہیں گذری ورنہ معنے نبی کنبیکم کے کھل جاتے اور آپ یوں نہ فرماتے۔

"اور اگر موصوف بالذات نہیں انتہی۔

محذور خامس

تعدد خاتم الانبیاء کیسے ممکن ہے ؟

قاسم کے نزدیک خاتم بمعنے اسکے کہ سب انبیاء سے آخر ہو ہرگز ہو نہیں سکتا کیونکہ خلاف سیاق آیۃ کریمہ کے سمجھتے ہیں اور خلاف اثر ابن عباسؓ کے ہے اور اس معنی کے لینے سے اس کے نزدیک کچھ فضیلت بھی نہیں پس ضرور ہوا کہ خاتم یا تو اس معنی پر ہو جو مذکور ہوئی یا بمعنی خاتم الانبیاء طبقہ اولی اول معنی لینے باوجود لزوم محذورات سابقہ کے یہ بڑا محذور لازم آتا ہے کہ اور خاتموں کی اس معنی کی خاتمیت نہیں ہو سکتی اور ثانی میں اوّل تو کچھ فضیلت نہیں بقول قاسم کے جب کہ سب انبیاء سے آخر ہونے پر میں فضیلت نہیں تو ایک طبقہ کے انبیاء سے آخر ہونے میں ظاہر ہے کہ کیا فضیلت ہو گی ثانیاً خصوصیت طبقہ کس قرینہ سے سمجھی جائے گی ثالثاً دوسرے خاتموں کو خاتمیت طبقہ اولی کیسے ثابت ہو گی تاکہ مثل ہو گی اور اگر خاتم بمعنے خاتم طبقہ مطلقہ لیں تو البتہ سب خاتم اس معنی میں شریک ہو جائیں گے مگر خاتم اوّل کی کچھ فضیلت دوسروں پر ثابت نہ ہو گی اور سیاق آیۃ کے مخالف ہو گا لیکن اثر ابن عباسؓ کے مخالف ۔

اب یہ ارشاد فرمائیں کہ خاتم بمعنے موصوف بالذات لیکر کیونکہ آیت اثر ابن عباسؓ کی مؤید ہے اور مخالف نہیں حالانکہ آیت چاہتی ہے کہ سب انبیاء کا خاتم ایک ہو اور حدیث چاہتی ہے کہ متعدد ہوں اگر یہ فرمائیں کہ آیت میں خاتم بمعنے موصوف بالذات کے ہے اور حدیث میں خاتم بمعنے طبقہ ہے پس منافات نہ ہوئی تو یہ ارشاد ہو کہ حدیث میں لفظ خاتم کہاں آیا ہے جس کے معنی یہ لئے جائیں ۔

اس تکلیف لاطائل کی کیا ضرورت ہے جس کے لئے اتنی عرق ریزی فرمائی حدیث میں

تو بنی کنبیکم آیا ہے اس تشبیہ کے لئے تو شرکت فی النبوۃ ہی کافی تھی خاتمیت ثابت کرنے کی کیا حاجت تھی اور اگر حاجت تھی تو ویسی خاتمیت ثابت کرنی چاہیئے جیسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بالنص ہے اور وہ حضرت خاتم بمعنے موصوف بالذات ہیں جس میں ، قاسم کے نزدیک شرکت کی ہرگز گنجائش نہیں اور بمعنے آخر عن جمیع الانبیاء لینا درست نہیں اس واسطے کہ خاتم اور انبیاؤں کا پیدا ہونا بعد خاتم مطلق کے بھی قاسم ممکن کہتا ہے کہ جتنے زیادہ ہوں اتنے فضیلت خاتم مطلق کو بڑھے گی جو کوئی اس امکان یا فعلیۃ سے انکار گویا زیادہ فضیلت سے منکر ہو اور کمی فضیلت کا خواہاں ہے اور بمعنے خاتم طبقہ اوّل بھی لینا درست نہیں اس واسطے کہ اس تقدیر پر زیادہ فضیلت سے انکار قاسم ہی کو لازم آئیگا جس سے غیروں کو تحذیر فرماتے ہیں ۔

جواب

حرف مسکر

مولینا محذورات سابقہ خصوصًا محذور رابعہ ہی کافی تھا آپ نے اس محذور کے رقم فرمانے میں کیوں تکلیف اٹھائی اس لئے اس کے جواب میں بھی جوابات گذشتہ ہی کافی ہیں دیکھنے میں یہ اعتراض باین معنی بڑا ہے کہ تقریبًا پورے ایک صفحہ پر آیا ہے پر ویسے دیکھئے تو آپنے دکھلانے کو خواہ مخواہ وہ احتمالات پوچ رقم فرمائے ہیں جو آپ کے نزدیک بھی یہی ہو گا کہ قاسم ان احتمالات کو ہرگز تسلیم نہ کرے گا مگر جب آپ نے اسی مضمون سابق کو لوٹا کر ایک اعتراض جداگانہ قرار دیا تو ہم بھی جواب مستقل ہی رقم کرتے ہیں ۔

سنیئے خاتمیت زمانی کا مراد ہونا نہ ہونا پھر دیکھا جائے گا اور یہ بات بھی میں پھر ہی

کہوں گا کہ اس جگہ خاتمیت بھی کسی طرح مراد اور مفہوم ہو سکتی ہے یا نہیں پر سر دست تو عرض
ہے کہ میں اسی احتمال کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ میرے ذمہ لگاتے ہیں ۔

رہا محذورات کا قصہ سو محذورات سابقہ کا جواب تو جواب سابقہ میں دیکھ لیجئے
اور وہ بڑا محذور جس کو آپ یہاں جتلاتے ہیں نہ بڑا ہے نہ چھوٹا اور جو کچھ ہے بھی تو اس
کا جواب بھی محذورات سابقہ کے جوابات میں گذر چکا مکرر کس لئے لکھئے مگر ہاں یہ بات
قابل گذارش ہے کہ اگر آپ کے نزدیک خاتمیت بمعنے مذکور کا اور انبیاء میں ہونا میرے
سر اثر ابن عباسؓ سے لازم آتا ہے چنانچہ محذور رابع کا جملہ اخیرہ اسی جانب مشیر ہے
تب تو آپ پچکے ہی ہو جائیں تو بہتر ہے مولینا تحقیق تنبیہ ہی کینکم کو تحذیر الناس میں دیکھ
ہی کر اعتراض کرنا تھا مگر افسوس آپ بھی مثل دیگر متعصبین بے سوچے سمجھے اعتراض فرما
بیٹھے ۔ اے حضرت منکرین اثر اور مقرین اثر دونوں اثر مذکور سے مساوات کی سمجھ بیٹھے
جو لوگ مساوات کی شش امثال کے مدعی ہوئے وہ بھی اس بھروسے مدعی ہوئے اور
سید الخلق وغیرہ الفاظ منصوصہ جو افضلیت کلی محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتے
ہیں خیال نہ فرمایا اور جو لوگ منکر ہوئے وہ لوگ بھی اسی بنا پر منکر ہوئے اور تغلیط ائمہ
حدیث اور تکذیب عبد اللہ ابن عباسؓ بلکہ تکذیب سید الناس صلے اللہ علیہ وسلم کا
خوف نہ کیا یہ بات کوئی صاحب نہ سمجھے کہ جیسے عکس آئینہ کو ہو بہو مشابہ اور مماثل ذی عکس
سمجھتے ہیں اسی طرح اگر خاتمان اراضی سافلہ کو عکس مشابہ سمجھ لیں گے تو کلام میں کچھ تجوز
نہ آجائے گا کسی قسم کی تحریف معنوی یا لفظی نہ ہونے پائے گی بلکہ معنی لفظی مطابق جوں
کے توں بنے رہیں گے ادھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اصل ہونا اور اوروں کا عکس
اور ظل ہونا ثابت ہو جائے گا جس سے افضلیت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم روشن ہو جائیگی

خلافت کے لئے مماثلت من وجہ ضروری ہے

اور خلافت مشار الیہا فی آیت وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے تمام شیون خداوندی میں مسلم ہو جاتی
گی بایں وجہ کہ خلیفہ اور نائب میں وہ بات ہونی چاہیئے کہ جو مستخلف اور منیب میں ہو
خلافت خداوندی کو لازم ہے کہ کمالات خداوندی حصہ رسد بقدر خلافت خلیفہ میں ہوں
سو اور خلفاء خداوندی میں مثل حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام
اگر اور شیون اور کمالات تھے تو شان بیدہ الخیر جسکو تعبیر اور تفصیل کیجئے اور تحریف
نہ کیجئے تو یہی شان افاضہ وساطت عروضی ہے کسی میں پوری نہ آئی البتہ حضرت خاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئے اور اگر بالفرض والتقدیر بیدہ الخیر اور ہی جانب
مشیر ہو تب مرتبہ اسی کی تعبیر اور تفسیر ہے اور یہ بھی نہ سہی اور کیوں ہو گی اب تو قاسم نے
بھی کہدی اوروں ہی کی کہی نہ رہی ۔

لیکن اس کو کیا کیجئے کہ شان رسالت خداوند خلاق کے لئے آپ کے نزدیک بھی
مسلم ہے سو مظہر تام حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اگر اسکی مظہر نہ ہوئی تو اور
کون ہو گا اکمل کون حضرت افضل المخلوقات علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ میں یہی کمال اگر نہ ہو گا تو
پھر کس میں یہ کمال ہو گا بہر حال اس شان کی خلافت کسی اور کو نہ ملی اس باب میں خلافت عطا
* ہوئی سو اسکی یہی صورت ہے کہ انبیاء کا آپ کی نسبت مستفید ہونا تو جملہ خاتم النبیین سے
ثابت ہے اور امت کا مستفید ہونا النبی اولی بالمومنین سے ظاہر ہوتا ہے اور سوا

* اوروں کو آپ ہی کی عطا

اس امت کے اور امتوں کا بواسطہ اور انبیاء کے مستفید ہونا ثابت ہوتا ہے۔

غرض جہاں جہاں مادۂ ایمانی ہے اور سبھی میں ہے ورنہ کفار کے حق میں تکلیف ایمان اس طرح منجملہ تکالیف مالا یطاق ہو جاتی جیسے باصرہ کو تکلیف استماع اور سامعہ کو تکلیف ابصار وہاں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہے بالجملہ اس شان میں بھی آپ خلیفۂ خداوندی ہیں اتنا فرق ہے کہ ذاتِ خداوندی پر سوا وجود اور کسی ماہیت کا اطلاق نہیں کر سکتے اس لئے افاضہ ذات خداوندی محض وجودی ہوگا اور جہاں جہاں وجود کا اطلاق درست ہوگا وہاں وہاں افاضہ مذکور کا تسلیم کرنا بھی ضرور ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود خاص اور ماہیت خاص رکھتے ہیں اس لئے آپ کا افاضہ بھی اسی حد میں محدود رہے گا بالجملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے افضلیت مطلقہ جس کی تحقیق سے اوپر فارغ ہو چکا ہوں ثابت اور موجہ ہو جاوے گی اور خلافت تامہ اس صورت میں درست ہو جائے گی کلام اللہ پر ایمان رہے گا حدیث کی تکذیب نہ ہوگی غرض لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دونوں بنے رہیں گے سو اس میں ایسی کونسی گناہ کی بات ہے جو اس شد و مد سے انکار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت مطلقہ اور خلافت تامہ خوش نہیں آتی۔

مساواتِ خاتم

اور اگر تشبیہ فی النسبت مراد لیجئے اور یوں کہئے کہ جو نسبت ہمارے خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں کے اور انبیاء علیہم السلام سے ہے وہی نسبت خواتم کو وہاں کے انبیاء باقیہ کے ساتھ تب بھی کوئی تجوز نہیں کوئی تحریف نہیں مگر اس سے ثبوت مساوات کیونکر ... آیا جو مدعیان محبت و معتقدان یکتائی محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نا...

ہے کہ اور مدعیان مساوات کلی شش امثال کو یہ اضطراب ایک لاکھ کو دو لاکھ کے ساتھ وہی نسبت ہے جو دس کو بیس کے ساتھ لیکن لاکھ اور دس اور دو لاکھ اور بیس مساوی نہیں۔

چونکہ اس بحث کو رسالہ تحذیر میں لکھ چکا ہوں مکرر بے فائدہ سے کچھ فائدہ نہیں ہاں یہ بات قابل گذارش ہے کہ اخبار مشابہ کسی نہ کسی مدرک یا حاسہ کے احساس کے بھروسے ہوا کرتا ہے سو اگر کسی حاسہ سے ایک شے دوسری شے کے مماثل نظر آئے تو جو غبار اس ادراک کے پتہ ہوگا اس میں فرق جو اور مدرکات سے معلوم ہوتا ہے قادح تشبیہ نہ ہوگا ورنہ جہاں میں کوئی تشبیہ صحیح نہ ہو آخر کوئی نہ کوئی فرق تو ضرور ہے ورنہ اثنینیت جو تشبیہ اور تشابہ کو لازم ہے مبدل بوحدت حقیقی ہو جائے گی والعاقل تکفیہ الاشارہ۔

اور اس صورت میں جو تشبیہ کسی حاسہ کے اعتماد پر ہو اور اسی حاسہ سے فرق محسوس ہوتا ہو تو وہ تشبیہ غلط اور وہ تشابہ غیر صحیح ہوگا مثلاً عکس آئینہ مستقیم کا مشابہ اصل ذی عکس ہونا آنکھ سے معلوم ہوتا ہے اسلئے تشبیہ بھی عکس کی ذی عکس کے ساتھ صحیح ہے اور فرق اصلیت اور ظلیت جو فیما بین یکدیگر ہے اس تشبیہ کی صحت میں قادح نہیں کیونکہ یہ فرق آنکھوں سے معلوم نہیں ہوتا البتہ عقل بوسیلۂ مدرکات بصری اس مضمون کا انتزاع کر لیتی ہے اور تشبیہ کسی کے عکس کی کسی کے ساتھ یا کسی کے عکس کی اسی کے ساتھ درصورتیکہ عکس متناسب اصل پر نہ ہو جیسے آئینہ غیر مستقیم میں ہوتا ہے کہ عکس میں کبھی بہ نسبت اصل کے لمبائی اور کبھی چوڑائی معلوم ہوتی ہے غلط اور غیر صحیح ہوگی کیونکہ یہ فرق خاص اسی حاسہ سے معلوم ہوتا ہے جس سے اصل اور ظل محسوس ہوتے ہیں اس صورت میں جس دیدۂ بصیرت سے اصل نبوت یعنے ما بالنبوۃ اور ظل نبوت مذکور محسوس ہوتے ہیں اگر اسی سے تشابہ بھی معلوم ہوگا تو تشبیہ بھی صحیح ہو جائے گی اگرچہ باہم فرق اصلیت و ظلیت ہو کیونکہ یہ فرق انتزاعیات عقل سے ہے اور اگر ادراک دیدۂ بصیرت مذکورہ میں باہم

متشابہ نہ معلوم ہوں گے تو پھر یہ تشبیہ صحیح نہ ہوگی۔

بہرحال ثبوتِ خاتمیت مطلقہ بمعنے اتصاف ذاتی حقیقی مقتضاء تشبیہ نہیں کیونکہ مسامحات نظر سرسری سے ہے اسکو مبناء اعتراض بنانا اہل علم و تحقیق سے بہت مستبعد ہے۔

الغرض مقتضاء تشبیہ ہرگز نہیں کہ مشبہ بھی مثل مشبہ بہ موصوف بالذات ہو فقط اتنی بات ضرور ہے کہ نقشۂ کمالاتِ نبوت اصل و ظل مطابق یک دیگر ہوں اور دونوں کا ایک ہی تناسب ہو اصل جواب ضروری تو فقط اتنا ہی ہے باقی رہی آپ کی تعریفات اور اشارات ان کے مکافات کے لئے بہت نہیں تو تھوڑا سا ہی کچھ سن لیجئے۔

تقدم و تاخر زمانی سبب فضیلت نہیں

آپ خاتمیت زمانی کے نہ ہو سکنے کی میری طرف تین وجہ بتلاتے ہیں ایک مخالفت سیاق دوسری مخالفت اثر ابن عباسؓ تیسری عدم فضیلت۔

واقعی ان میں سے دو وجہیں تو اسی بات کو مقتضی ہیں کہ فقط تاخر زمانی کو مدلول مطابقی خاتم النبیین تو قرار نہیں دے سکتے اور یہی وجہ ہے کہ مخالفان تحذیر کو اب تک اس کا کچھ جواب نہیں آیا اگر مخالفت سیاق نہیں تو آپ ہی فرمائیں کیونکر اتفاق ہے پر شرط یہ ہے ایسا قصہ نہ ہو جیسے کہا کرتے ہیں بیاہ میں بیج کا لیکھا۔

علیٰ ہذا القیاس تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں تاخر زمانی اور تقدم زمانی اور ہے اور تقدم بالشرف اور تقدم و تاخر کے لئے یہ دونوں نوعیں جدی جدی ہیں ایک کو دوسرے سے کچھ علاقہ نہیں البتہ خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی کو تقدم بالشرف ضروری ہے ورنہ آپ ہی فرمائیں کہ تاخر زمانی میں بالذات کیا فضیلت ہے ہاں اور مقدمات کو ملا کر اس سے کچھ نتیجہ نکالیں تو ہو سکتا ہے پر وہ مقدمہ منضمہ اگر یہی مقدمہ معروضۂ احقر ہے تب تو جہاں سے بھاگے

تھے وہاں ہی آنا پڑا اور اگر کوئی مقدمہ اور ہے تو اول تو ہونا معلوم جب کسی کو سناسئے گا جب اسکی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اگر ہو بھی تو کلام اللہ میں تو انشاء اللہ تعالیٰ نہ ہوگا۔

افضلیت مطلقہ اتصافِ ذاتی کو مقتضی ہے

اور ظاہر ہے کہ مسئلہ افضلیت عمدہ عقائد اسلام میں سے ہے اور ہر کلام اللہ کی شان میں کلام اللہ ہی میں تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ فرماتے ہیں پھر جب یہی رکن اسلام کلام اللہ میں نہ ہو تو تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کہنے کے کیا معنے ہوں گے۔

اسی لئے آپ سے اور نیز اور معترضان تحذیر کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ خاتمیت معروضۂ احقر کو نہ ماننے پر سب کے سب مل کر ہفتہ دو ہفتہ مہینے دو مہینے برس دو برس ہی میں اس مسئلہ کو کلام اللہ سے ثابت کر دیجئے پر بطور پیش بندی اتنا عرض ہے کہ آیت "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"[1] اور آیت [illegible] لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا[2] اور آیت فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ[3] اور آیت "رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ"[4] وغیرہ سے استدلال نہ فرمائیں کیونکہ مضمون رحمۃ اس بات کا خواستگار نہیں کہ مرحوم سے مصداق رحمت افضل ہو علیٰ ہذا القیاس مفہوم انذار اس بات کو مقتضی نہیں منذر و نذیر منذَر بفتح الذال سے افضل ہو علیٰ ہذا القیاس فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اول تو خصوصیت محمدی پر دلالت نہیں کرتا جو اس بیان کو اس باب میں تبیان کہہ سکیں دوسری

---

[1] اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمۃ للعالمین بنا کر [2] تاکہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو [3] ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی [4] ان میں سے بعض کو درجات میں بلند کیا۔

فضیلت جزئی میں بھی یہ بات کہہ سکتے ہیں تیسرے علی بعض نکرہ فی سیاق الاثبات ہے عموم افراد پر دلالت نہیں کر سکتا ہاں سور قضیہ جزئیہ ہے سو جیسے افضلیت اس صورت میں ثابت ہوگی ویسی افضلیت تو اوروں کو بھی حاصل ہے ایسے ہی رفع بعضھم درجات سے نہ خصوصیت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہوتی ہے نہ عموم درجات سوا ان کے اور آیات سے بھی امید اثبات افضلیت نہ رکھئے گا اور اگر کسی آیت میں سوا خاتم النبیین افضلیت کی طرف بوسیلہ دلالت التزامی اشارہ بھی ہے تو مجھ کو اتنی امید نہیں کر دیں سے اثبات مدعا مذکور کوئی صاحب کردیں مگر آنکہ ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

اور اگر بالفرض افضلیت مطلقہ ثابت بھی ہو تو پھر بھی ہمارا مطلب ہاتھ سے نہیں گیا اسلئے کہ افضلیت مطلقہ خود اتصاف ذاتی کو مقتضی ہے سو اگر کوئی صاحب کسی قسم کی دلالت سے عبارت النص ہو یا کچھ اور کسی قسم کی استدلال سے لمّی ہو یا انّی افضلیت مطلقہ کو ثابت بھی کر دیں گے تب بھی تسلیم اتصاف ذاتی سے چارہ نہ ہوگا بلکہ بعض صورت میں تو وہی مضمون خاتم النبیین تھوڑے سے ایر پھیر سے نکل آئے گا اور بعض صورت میں بطور اقتضاء النص ماننا پڑے گا، اور اس وجہ سے وہ اعتراضات جو واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونے پر مبنی تھے سب سر و برنے پڑیں گے۔

اثر ابن عباسؓ کی مخالفت

باقی رہا مخالفت اثر ابن عباسؓ کا قصہ سو اس کو وجہ صحت معنے مذکور اور غلطی معنے دیگر قرار دینا محض ایک بندش بے جا یا مغلطہ ناز یبا ہے اسلئے کہ میں نے کہیں لزوم مخالفت اثر ابن عباسؓ کو وجہ صحت و علت غلطی مذکورہ نہیں لکھا بلکہ یہ تو لکھا ہے کہ در صورۃ ارادہ

تاخر زمانی بھی اثر مذکور مخالف خاتم النبیین نہیں اور وجہ اسکی گو تحذیر میں نہیں لکھی پر یہاں لکھتا ہوں۔

جملہ اسمیہ ثبوت محمول متجدد و موضوع کے لئے اگرچہ زمانہ کا خواستگار ہے پر زمانۂ خاص پر مثل جملہ فعلیہ دلالت نہیں کرتا ورنہ جیسے ضرب زید میں امس کہنا درست اور غدا کہنا درست نہیں یا یضرب زید میں غدا کہنا درست ہے امس کہنا درست نہیں ایسے ہی زید ضارب میں بھی یہی بات ہوتی اور امس اور الیوم اور غدا تینوں قیدوں کا لگا دینا درست نہ ہوتا سو جملہ ہی کنیکم جملہ اسمیہ ہے وہ بذات خاص زمانہ حال کا خواستگار نہیں ورنہ جملہ آدم کآدم الخ ہی تغلیط کے لئے مخالفوں کو کافی تھا اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ خواتم اراضی سافلہ نیچے سے لیکر اوپر تک ایک دوسرے سے اس طرح سے آگے پیچھے ہوں کہ زمین ہفتم کا خاتم سب میں اول ہو اسکے اوپر کا خاتم اسکے بعد اسکے اوپر کا خاتم اس کے بعد اس کے اوپر کا خاتم اور بعد اور ہمارے خاتم سب کے بعد میں اوروں کی خاتمیت اضافی ہو اور آپ کی مطلق اتنا فرق ہے کہ خاتم ارض ہفتم فقط اسی طبقہ کا آخر نبی ہو اور خاتم طبقہ ششم اپنے طبقہ کا بھی خاتم ہو اور طبقہ ہفتم کا بھی خاتم ہو علیٰ ہذا القیاس اوروں کو سمجھئے اور آپ جانتے ہیں کہ اس میں کچھ خرابی نہیں اور میں نے شروع بحث خاتم میں بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہے یعنی صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر ہے جس سے خاتمیت زمانی بھی منجملہ مدلولات مطابقی ہو جائے تس پر آپ فرماتے ہیں کہ:-

"قاسم کے نزدیک خاتم بمعنی اس کے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ سب انبیاء سے آخر ہو"

مولانا غور نہ کرنے کا کچھ علاج نہیں اگر تقریر مشارٌ الیہا پر غور نہ فرمایا تھا تو سطر

ہفتم و ہشتم صفحہ نہم ہی کو ملاحظہ فرمالینا تھا اس عبارت کو نقل کئے دیتا ہوں۔

"اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم ہوگا پر ایک مراد ہو تو شایانِ شان محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی انتہی"

اسکے بعد پھر وہ تقریر مشار الیہ ہے باقی ارشاد کہ آیت چاہتی ہے کہ سب انبیاء کا ایک خاتم ہو اور حدیث چاہتی ہے کہ متعدد اور اس وجہ سے آپ آیۃ اور اثر مذکور کو مخالف یک دیگر سمجھتے ہیں بعد تقریر مذکورہ بالا قابل سماعت نہیں کیونکہ حدیث مذکور میں اصلیۃ اور ظلیت کی طرف اشارہ ہو ہی نہیں سکتا البتہ تقابل نفسہٗ کمالات کو اگر مدلول مطابقی کہئے تو زیبا ہے لیکن اس سے وحدت خاتم حقیقی میں کچھ رخنہ ہرگز پڑ نہیں سکتا۔

آگے آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"کہ حدیث میں لفظ خاتم کہاں آیا ہے"

واقعی حدیث میں لفظ خاتم نہیں لیکن آپ کو بہت دیر کے بعد یہ بات یاد آئی اگر یہی تھا تو محذور رابع کے آخر میں یہ ارشاد کس لئے تھا:۔

"کہ اگر موصوف بالذات نہیں تو خاتم نہ ہوتے پس اثر ابن عباسؓ سے انکار لازم آیا اس میں نبی کنبیکم موجود ہے"

اسلئے کہ جب تشبیہ معلوم خاتمیت پر دلالت ہی نہیں کرتی تو انکار بھی لازم نہیں آتا اور اگر دلالت خاتمیت پر منجملہ مسلمات احقر سمجھکر یہ ارشاد تھا تو میں نے فرمایئے کہاں عرض کیا ہے کہ خاتمیت حقیقی اس سے ثابت ہوتی ہے ہاں یوں کہئے تناسب میں مطابق اس تشبیہ سے سمجھا جاتا ہے اس لئے معترین اثر میں سے اکثر معتقد مساوات کلی ششں امثال ہو گئے اور منکرین اثر اسی وجہ سے منکر ہوئے کیونکہ درصورت تطابق ظاہر بینوں کو سوا

مماثلت کلی اور کوئی احتمال نہیں سوجھتا مگر اس دلالت کے بھروسے محذور رابع میں وہ ارشاد تھا تو آپ یہاں کیوں بھول گئے جو یوں فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ خاتم کہاں آیا ہے اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ تشبیہ سے اگر ثابت ہوگی تو اسی قسم کی خاتمیت ثابت ہو گی جس قسم کی خاتمیت مشبہ بہ میں ہوگی یہ بات کہیں تیتر کہیں بٹیر یعنی ایک جا خاتمیت مرتبی ہو ایک جا خاتمیت زمانی قرین عقل نہیں بظاہر کلام موجہ ہے مگر جب آپ کے نزدیک اشتراک فی الجملہ تشبیہ کے لئے بھی کافی ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں اس تشبیہ کے لئے شرکت فی النبوۃ کافی تھی تو پھر جس قدر مطابقت بن پڑی تو بہتر ہے کیونکہ در بارۂ تشبیہ تفاوت عند الحاسہ المدرکہ مضر ہے اور اسی تقریر سے اس بات کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ شرکت فی النبوۃ ہی کافی ہے اور عرق ریزی کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اگرچہ نہ یہ اپنا مافی الضمیر ہے اور نہ واقعی یہ وجہ عرق ریزی ہے۔ بلکہ عرق ریزی کی نوبت ہی بفضلہ تعالیٰ نہیں آئی کل دو ڈیڑھ دن میں جو کچھ آپ نے دیکھا لکھا ہے

اتصاف میں وجوہ کا اختلاف ہو تو خرابی لازم نہیں آتی

اپنے نزدیک بوجہ شبہ وہی تطابق نفسہٗ کمالات اور اتحاد نسبت واقعہ فیما بین انبیاء زمین ہٰذا اور نسبت واقعہ فیما بین انبیاء اراضی دیگر ہے جس سے ایک جانب اتصاف ذاتی اور دوسری جانب اتصاف عرضی بھی ہو تو کچھ خرابی لازم نہیں آتی اور باعث عرق ریزی فقط اندیشہ لزوم تکذیب ابن عباسؓ اور پاس ایمان محدثان والا مقام و دیگر متبعان و مقلدین محدثین مذکورین ہے بلکہ غور سے دیکھئے تو یہ تکذیب دور تک پہنچتی ہے کیونکہ اثر مذکور بروئے انصاف بالمعنی مرفوع ہے سو آپ ہی فرمائیں کہ یہ عرق ریزی جو سراسر بجائے خود ہے اور بفضلہ تعالیٰ نتیجہ عرق ریزی بجمیع الوجوہ صحیح عمل صالح ہے اگر نیت اچھی ہو یا

تکذیب اثر اور تکذیب اور تکفیر محدثین و دیگر مقلدین نعوذ باللہ۔

امکان نظیر اور فعلیت نظیر میں فرق

آگے آپ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"خاتم بمعنے آخر عن جمیع الانبیاء لینا درست نہیں اس واسطہ کے اور انبیاءؑ کا ہونا بعد خاتم مطلق کے قاسم ممکن بتاتا انتہی"

سبحان اللہ یہ تقریر بھی عجیب دلچسپ ہے کوئی پوچھے اس دعوٰی کو اس دلیل سے کیا علاقہ مولٰنا صحۃ قضیہ کے لئے یہی ضرور نہیں کہ ضروریہ ممتنع النقیض ہو قضایا ممکنہ اور فعلیہ بھی صحیح ہوا کرتے ہیں سو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین اگر ہو بھی اور ایک وجہ سے ہے بھی چنانچہ تقریرات تحذیر اس پر شاہد ہیں تو قضیہ دائمہ ہو سکتا ہے قضیہ ضروریہ ہونا اس کا ضرور نہیں جو آپ یوں فرماتے ہیں کہ اوروں کا امکان مخالف خاتمیت زمانی ہے بالجملہ فعلیہ کچھ اور ہے اور امکان کچھ اور معارض خاتمیہ زمانی فعلیۃ وجود انبیاء بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے امکان ان کا یا فعلیہ مطلقہ معارض نہیں مگر آپ نے فعلیہ کی پچر ساتھ اس لئے لگائی کہ حضور کے اعتراضوں کے دیکھنے والے خواہ مخواہ قاسم ناکارہ سے بدگمان ہو جائیں:

اے حضرت بندۂ درگاہ اگر اور انبیاء کے فعلیہ کو موجب افضلیت سمجھتا ہے تو کیا بے جا سمجھتا ہے افضلیت ایک امر اضافی ہے مقابل میں کوئی ہونا چاہیئے پر یہ فرمایئے کہ فعلیۃ آخریۃ کی طرف میں نے کہاں اشارہ کیا ہے خیر اسکے جواب میں بجز اسکے اور کیا کہوں اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ پر خدا کرے وہ دن بھی نصیب ہو جو مجھ کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہنے کی نوبت آئے۔۔

یہ تقریرات زائدہ از اصل جواب فقط بغرض مکافات تھی ورنہ دربارۂ جواب ان تقریروں کی کچھ ضرورت نہ تھی اور اسی وجہ سے اکثر جملوں کو چھوڑ بھی دیا ہے۔

محذور سادس

اثر ابن عباسؓ منقطع ہے

اثر ابن عباسؓ اگر مولانا کے نزدیک صحیح ہے مگر منقطع بانقطاع معنوی بھی ضرور ہے بسبب مخالفت آیت خاتم النبیین سے پس لازم کہ اگر حنفی ہوں تو اس پر عمل نہ فرمائیں جیسے حدیث لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ پر باوجود صحیح ہونے کے بوجہ مخالفت عموم فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کے حنفی عمل نہیں کرتے اور منقطع بانقطاع معنوی سمجھتے ہیں

جواب

اثر ابن عباسؓ منقطع نہیں صحیح ہے

مولٰنا میں کیا اور میرا نزدیک کیا جو آپ دربارۂ مرتبہ شناسی حدیث محدثان والا مقام کا نام لینے میں آپ کو کیا دشواری ہے ہم لوگ تو دربارۂ مرتبہ شناسی حدیث محدثان والا مقام کے اس سے زیادہ مقلد ہیں کہ دربارۂ مسائل فقیہہ ائمہ مجتہدین کے تقلید ہمارے ذمہ چاہیئے کیونکہ وہاں تو کچھ عقل و فہم کو دخل بھی ہے اور یہاں نقل محض۔ ہاں آپ کو شاید اتباع محدثین منظور نہیں اور وجہ اسکی معلوم نہیں یا آپ کو خوش سلیقہ مراتب شناسی حاصل ہے یا محدثانؒ مذکور آپ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔

اگر دوسری صورت ہے تو آپ جیتے ہم ہارے اور اگر اول ہے تو آپ ہی نے رواۃ اثر مذکور میں جرح کیا ہوتا اور بھی کچھ نہ ہوتا تو اختلاف کی گنجائش تو ہو جاتی بہرحال یہ آپ کا تحکم بے جا ہے کہ اس اثر پر بوجہ عدم صحت پیرایۂ تعریض میں طعن فرماتے ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ایک طریق سے ضعیف ہو اور ایک طریق سے صحیح مگر طرق صحیح بہرحال موجب قبول و اتباع حدیث ہوتا ہے

موجب طریق کی تصحیح اور تحسین بیہقی اور حاکم اور ذہبی اور ابن جریر اور ابن حجر فرماتے
ہیں . ہم کو اس کا ایسا ہی سمجھنا چاہیئے آپ کو اختیار ہے ہر ایک شخص اپنے دل کا بادشاہ
ہوتا ہے باقی رہا آپ کا یہ ارشاد کہ اثر مخالف خاتم النبیین ہے اس وجہ سے بجا ہے کہ
زبان کے آگے آڑ نہیں پہاڑ نہیں ہر گفتار کا اختیار ہے ورنہ بعد استماع وجہ تطبیق
قبل اعتراض جیسے اعادہ مخالفۃ نازیبا ہے ایسے ہی علماء کو ایسے اعتراضوں کے جو روبرو
جن کا جواب معروض ہو چکا ایسی بات ہی فرمانی ناروا ہے .

بالجملہ نا اثر مخالف آیت ہے اور نہ اس وجہ سے منقطع بانقطاع معنوی اعادہ انقطاع
بخیال مخالفت بناء فاسد علی الفاسد ہے جیسے اعتراضات گذشتہ باعث توہم مخالفۃ
نبوی ہیں ایسے ہی جوابات معروضہ انشاء اللہ تعالیٰ بشرط انصاف موجب رفع خلجان ہو
جاویں گے .

اور آپ جو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر حنفی ہوں تو اس حدیث پر عمل نہ فرماویں جیسے
حدیث لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ باوجود صحیح ہونے کے بوجہ مخالفت فَاقْرَءُوْا
مَاتَیَسَّرَ ، حنفی عمل نہیں کرتے نقط قطع نظر اس سے کہ یہاں عمل کی کوئی بات نہیں نقط
اس وجہ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کے نزدیک دونوں جا کلام اللہ اور حدیث صحیح
مخالف یک دیگر ہیں مگر کمترین کو نہ اثر معلوم مخالف خاتم النبیین معلوم ہوتا ہے خواہ خاتمیت
زمانی ہو چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہو گا خواہ خاتمیت مرتبی اور نہ حدیث لا صلوٰۃ مخالف فاقرءوا
ماتیسر اور نہ حدیث مذکور مخالف اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا[1]

مگر کیا کیجئے نہ اتنی فرصت جو وجہ انطباق بیان کیجئے نہ دریافت جواب اسکی ضرورت
اگر ضرورت تھی تو وجوہ انطباق اثر مذکور و خاتم النبیین کی ضرورت تھی سو اس سے بحمد اللہ
فراغت ہو چکی .

---

[1] جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو

اس صورت میں اگر بالفرض حدیث لا صلوٰۃ اور عموم فاقرءوا ماتیسر میں مخالفت بھی
ہو تو ہوا کرے لیکن یہ عرض کرنی ضرور ہے کہ بوجہ انقطاع معنوی حدیث کو اگر ترک کرتے
ہیں تو حنفی ہی ترک کرتے ہیں مگر بوجہ انطباق حدیث و کلام اللہ یا بوجہ عدم مخالفت حدیث
و کلام اللہ سب اہل ایمان و اسلام کے ذمہ حدیث کا تسلیم کرنا ضرور ہے .

باقی مجھ کو آپ سے تو جو اعتقاد ہے وہ خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے عام اہل اسلام
کے ایمان میں بھی کچھ تردد نہیں ہوتا جو یوں کہوں کہ آپ اگر مومن ہوں تو ضرور ہے کہ اس
اثر کو تسلیم فرمائیں آپ نے اگر یہ کہہ لیا کہ اگر حنفی ہوں الخ تو بلا سے

محاذ ور سابع

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے ؟

جب کہ خاتم سلسلہ نبوت کا تعدد قاسم کے معنے مختار سے محال ہے اور اقرار بھی ہے
کہ اگر کوئی نبی کسی طبقہ سماء یا ارض میں قبل یا مع یا بعد آپ کے فرض کیا جائے تو وہ بھی
موصوف بالعرض ہی ہو گا اس کا سلسلہ آپ ہی پر ختم ہو گا کچھ فضیلت خاتم مطلق صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم میں نقصان نہ آئے گا بلکہ زیادہ ہو جائے گی پس معلوم ہوا کہ جیسے واجب تعالیٰ
موصوف بالذات ہیں اور اس کا نظیر ممتنع بالذات ہے ایسے ہی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم موصوف بالذات ہیں اور ان کا نظیر ممتنع بالذات ہے ایسے ہی خاتم النبیین صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم موصوف بالذات ہیں اور ان کا نظیر ممتنع بالذات ہے سبحان اللہ کیا
معجزہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور میں آیا کہ منکر کو مقر کر دیا من حیث لم یحتسب . ع
مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

جواب

اصل اور نظیر میں وجوب، امتناع اور امکان میں شرکت

مولینا سبحان اللہ آپ کا قیاس تو باؤن تولے پاؤ رتی ہی کا ہے لیکن اگر یہی قیاس ہے تو ہم کو اس بات کے کہنے کی گنجائش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولوی عبدالعزیز صاحب کے نزدیک ممتنع النظیر ہیں آپ کا نظیر ممتنع بالذات سوان کے نزدیک جیسے خدا کا نظیر ممتنع بالذات تھا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر بھی ممتنع بالذات اس صورت میں جیسے خدا تعالیٰ واجب الذات تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بالذات ہوں گے مگر مشکل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب بالذات ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم تو خدا کی نظیر ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر اور اس وجہ سے نہ وہ ممتنع النظیر ہیں گے نہ یہ مولینا اگر محل بے محل گفتگو کرنی نازیبا نہ ہوتی یہ ' ہیچمیدان ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بات روشن کر کے دکھلا دیتا کہ کسی کی نظیر ممتنع بالذات ہونے کو اس کا واجب الوجود ہونا ضرور ہے۔

خیر یہ بات تو ہو چکی مگر اب دوسری بات سنئے اگر یہی قیاس ہے تو ہم کو اس بات کے کہنے کی بدرجہ اولیٰ گنجائش ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن بالذات ہیں اس لئے آپ کا نظیر بھی ممکن بالذات ہوگا اسلئے کہ آپ نے اپنے قیاس میں اول خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوجہ اشتراک اتصاف ذاتی دربارۂ اتصاف ذاتی نظیر یک دیگر قرار دیا پھر بوسیلۂ تناظر مشارکۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو خدا کی نظیر پر قیاس کیا۔

سو ہم اس سے تو قطع نظر کرتے ہیں کہ یہ قیاس مساوات ہے یا کچھ اور پھر یہ

شکل کون سی ہے اور اسکی شرائط ہیں یا نہیں لیکن یہ بات کہنی ضرور ہے کہ جب دو متناظرین کی نظریں امتناع و امکان میں شریک ہوں گی تو خود متناظرین بدرجہ اولیٰ امکان و امتناع میں شریک یک دیگر ہوں گے سبحان اللہ! کیسی قدرت خدا کی ظاہر ہوئی کہ کیسے منکر خداوندی کو مقر بنایا من حیث لم یحتسب۔ ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

"مولینا پھر بھی ہماری یہ گذارش ہے کہ اگر گفتگو بے محل نہ ہوتی تو ہم اس کو بھی انشاء اللہ تعالےٰ ثابت کر دیتے کہ سوا خدا کے اور سب کا نظیر وجوب و امتناع و امکان میں شریک اصل ہوتا ہے خیر یہ باتیں تو ہو چکیں۔

اتصافِ ذاتی اور امتناع ذاتی

مگر اب قابل گذارش یہ بات ہے کہ اتصاف ذاتی اور امتناع ذاتی میں بھی مثل وجود تشکیک ہے جس درجہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتصاف ذاتی ہے اسی درجہ امتناع ذاتی بھی آپ کے نظیر کو حاصل ہوگا۔

حاصل سخن یہ ہے کہ خدا کا اتصاف ذاتی اس درجہ کو مطلق ہے کہ کسی طرح کی تقیید اس کے گرد نہیں پھٹک سکتی اور ظاہر ہے کہ ممکنات کسی درجہ اطلاق میں کیوں نہ ہوں پھر بھی ان کا اطلاق اس اطلاق کی برابر نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کو حاصل ہے سو جیسے خدا تعالیٰ کا اتصاف ذاتی بمقابلہ جملہ کائنات ہے ایسے ہی تمام مواطن وجود میں جو بالیقین سب اُس موصوف، بالذات تعالیٰ شانہٗ کے موصوف بالعرض بھی ہیں اس کا ثانی ہو نہیں سکتا اسلئے کہ ایک نوع کے موصوف بالعرض کا ایک ہی موصوف بالذات خاتم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ باعتبار وجود تمام کائنات نوع واحد ہیں ایک ہی وجود سب کو محیط ہے اور وہ بھی بوجہ عروض وجود مذکور

دربارۂ وجود موصوف بالعرض ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سلسلۂ وجود خدا تعالیٰ پر ختم ہو جاتا ہے
اسی لئے خدا تعالیٰ کا ثانی تمام مواطن وجود میں سے کہیں نہیں ہو سکتا اور نیز یوں بھی کہہ سکتے
ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام مواطن وجود کو محیط ہے اگر ثانی خدا ہو تو وہ اسی طرح تمام مواطن وجود کو
محیط ہوگا اجتماع مثلین لازم آئے گا۔ جسکو اجتماع الضدین بلکہ اجتماع النقیضین لازم
ہے کیونکہ ہر شے اس بات کو مقتضی ہے کہ اسکے مبلغ احاطہ میں اور کوئی شے نہ ہو۔

چنانچہ متحیزات اور احیاز کے دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے اور نیز یہ بات ظاہر
ہے کہ جیسے خداوند کریم نے ممکنات کو اپنے خزانۂ وجود میں سے ایک حصہ وجود عنایت کیا
ہے اور اس وجہ سے تمام کمالات وجود بقدر حصہ مذکور علی حسب القابلیت ان میں آگئے ہیں
ایسے ہی شان وحدہٗ لا شریک ہونے کے خداوند کریم نے تمام کائنات کو بقدر قابلیت
واحاطہ وجود عنایت فرمائی ہے بالجملہ ہر چیز اس بات کو مقتضی ہے کہ اس کے مبلغ احاطہ
میں کوئی اور نہ ہو اور اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہر شے کے ماسوا کا عدم اس شئے میں ملحوظ
ہے اسکے تصور میں بالاجمال ملحوظ ہے ورنہ تصادق متباینات محال نہ ہوتا۔

مگر جیسے نوع وجود میں خدا تعالےٰ خاتم تھا اور بایں نظر کہ نوع وجود تمام افراد کائنات
میں ساری ہے اور مواطن وجود میں کوئی اس کا ثانی نہیں ہو سکتا ایسے ہی نوع نبوت میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اور سلسلہ موجود میں کوئی آپ کا ثانی نہیں ہو سکتا
اور جب یوں لحاظ کیا جائے کہ نبوت بمعنے ما بہ النبوۃ ایک وجود خاص ومقید ہے اور وجود
خداوندی وجود مطلق تو بالضرور وجود خداوندی وجود خاص مذکور کو محیط ہوگا پھر جب اس بات
کو لحاظ کیا جائے کہ خاتم ایک اور وہ موصوفات جو اس کے دربارہ وصف ملتجی اور اس
کے محتاج ہیں متعدد تو مجموعہ خاتم اعنی موصوف بالذات اور موصوف بالعرض بمنزلہ ایک
مخروط کے ہوگا پھر مخروط وجود کا انبساط مخروط نبوت کے انبساط سے زیادہ ہوگا

اور اس کا قاعدہ اس کے قاعدہ سے بڑا اس صورت میں اگرچہ بعد توہم اخراج ساقہائے مخروط
الی غیر النہایہ لا متناہی قاعدہ دونوں جا متصور ہے اور بنائے لا متناہی افراد مقدرہ اسی بات پر ہے
لیکن افراد مقدرہ کسی مخروط معنوی کی نسبت ایسے نہ ہوں گے جیسے نقاط مفروضہ قاعدہ مخروط
جسمانی سو جیسے جو نقطہ اس قاعدہ سے خارج کسی اور مخروط مقدر و مفروض پر اس مخروط سے
علاقہ نہیں رکھتا اور اس کے نقاط مفروضہ یا موجودہ میں سے نہیں سمجھا جاتا اور اس وجہ سے
مخروط ثانی کے امکان یا وجود کا انکار نہیں کر سکتے اگر کریں تو کسی اور دلیل اور وجہ کے بھروسے
سے کریں ایسے ہی وہ افراد جو کسی اور مخروط معنوی مقدر کے سمجھے جاتے ہیں اس کے افراد نہ
کہلائیں گے اور نہ اس وجہ سے انحصار امکان فی مخروط الواحد اور امتناع مخروط دیگر ثابت ہوگا۔

جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سنیئے کہ میں نے اگر کہا ہے تو افراد مقدرہ
معروضات نبوت ہی کی نسبت یہ کہا ہے کہ وہ سب آپ ہی سے مستفیض ہوں گے کسی
خاتم مقدر کی نسبت یہ گذارش نہیں کی ہاں اگر خاتم مقدر کو بھی موطن مقابل زاویہ راس مخروط
نبوت اعنی نقطۂ ذات حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل قاعدہ کی جانب
واقع فرض کریں جیسے خواتم اراضی سافلہ کی نسبت بھی خیال ہے تب وہ بھی اسی مخروط خارجی میں
داخل ہو جائے گا ورنہ زاویہ راس مخروط ثانی تجویز کریں تو پھر وہ نقطہ منجملہ نقاط مقدرۂ قاعدہ مخروط
نہ ہوگا جو اس کو منجملہ انبیائے مضاف الیہ جملہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجویز کریں اور
امتناع خاتم دیگر تسلیم کریں۔

علیٰ ہذا القیاس بذریعۂ احاطہ اگر تقریر امتناع تحریر کریں تو اس کا ماحصل بھی یہی ہو
گا کہ موطن نبوت موجودہ فی الخارج میں دوسرا خاتم ممکن نہیں اگر ممکن ہے معروض نبوت ممکن
ہے موطن نبوت ایک موطن خاص ہے اور موطن وجود اس سے وسیع اور عام ہے اور
یہ وسعت بھی اتنی کچھ کہ کچھ نہایت ہی نہیں کیونکہ غیر متناہی میں سے امثال متناہی الی غیر

النہایۃ نکل سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وجود مطلق بجمیع الوجوہ مطلق ہے ورنہ موجودات عینیہ میں اس سے بھی زیادہ کوئی مطلق نکلے گا اور اس وجہ سے وجود کے لئے موجودات میں سے کوئی قسیم بنے گا۔

عموم مفہوم وشئ

باقی رہا عموم مفہوم وشئ یہ دونوں منجملہ مفہومات انتزاعیہ ہیں حقائق خارجیہ میں سے نہیں اور پھر غور سے دیکھئے تو وہ بھی ایک وجہ سے اقسام موجودات میں سے ہیں ورنہ یا منجملہ معدومات ہوں گے اور موجودات پر ان کا صادق آنا غلط ہو جائے گا رہا صدق علی المعدومات وہ صدق علی المعنون نہیں صدق علی العنوان ہے جسکے موجود ذہنی ہونے میں کچھ کلام نہیں الغرض عنوان پر صادق آئی جیسے معدومات اور موجودات دونوں ہیں ہیہات نقط معنون پر جیسے موجودات پر ہوتا ہے وجہ صدق وہی موجودیۃ مفہوم وشئ ہے اس لئے کہ مفہوم وہ جس سے فہم متعلق ہو اور اس پر واقع ہو اور شئے وہ جس سے مشیۃ متعلق ہو اور اس پر واقع ہو اور تعلق وقوع فہم اور مشیت جو بالیقین وجودی ہیں اگر ممکن ہے تو موجودات ہی کے ساتھ ممکن ہے ورنہ مفاد تعلق و وقوع جو بالیقین نسبۃ ایجابیہ ہے اور دونوں طرف کی وجودی ہونے کی خواستگار ہے ایک ہی وجودی سے متحقق ہو جائے گا اور تحقق نسبۃ کے لئے وجود حاشیتین ضروری نہ رہے گا اور وقت عکس قضیہ مشار الیہا یعنی جس وقت مفہوم اور شئ موضوع ہو جائیں قضیہ موجبہ یہ وجود موضوع صادق آجائے گا۔ اگر مفاد مفہوم وشئ مفعول مطلق ہے فہم ومشیت کا مفعول بہ نہیں تب بھی یہی خرابی برسر رہے گی کیونکہ جب مفعول مقید وجودی ہے تو مفعول مطلق ضرور ہی وجودی ہوگا۔

انتہا وصف عارض علی المعروض ہوتا ہے

دوسرے آپ غور فرمائیں تو مفعول مطلق انتہار مصداق مبدا اشتقاق اعنی انتہا وصف عارض علی المعروض ہوتا ہے کیونکہ مطابق نقشہ مفعول بہ اگر بنایا جاتا ہے تو وہی بنایا جاتا ہے اور یہ نہ ہوتا تو باد خال باد استعانۃ اس کا نام مفعول بہ نہ رکھا جاتا سو جیسے مخبر بہ کی ضمیر محمول کی جانب راجع ہے ایسے ہی مفعول بہ میں بہ کی ضمیر مفعول بہ کی طرف راجع ہے جیسے وہاں باد استعانۃ ہے یہاں بھی باد استعانۃ ہے البتہ مفعول خاص کی ضمیر مفعول مطلق کی طرف راجع ہے۔

اور حاصل ترکیب یہ ہوا کہ مفعول مطلق بنایا گیا ہے بوسیلۂ مفعول بہ کے اور صورت اسکی ایسی سمجھو جیسے وقت تنور اشیاء باطن نور میں ظاہر اشیاء کی موافق ایک شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ بہرحال باد مفعول انتہا وصف عارض علی المعروض ہوتا ہے چنانچہ مثال نور سے یہ بات روشن ہے اسلئے کہ شکل مذکور پر نور کا انتہار ہوتا ہے سو صفت عارضہ اگر وجودی ہے جیسے مشیۃ اور فہم تو مفعول مطلق بھی وجودی ہوگا بہرحال مفہوم اور شے کی موجود اور اقسام وجود ہونے میں کچھ تامل نہیں اس صورت میں وجود تمام موجودات خارجیہ سے عام ہوگا اور اسکے لئے کوئی تقیید اور تحدید نہ ہو سکے گی اور اس وجہ سے اس کے لئے لا تناہی بجمیع الوجوہ کا تسلیم کرنا ضرور ہوگا اور سوا اس کے اور مفہومات مطلقہ اگر مطلق ہوں گے تو بہ نسبت اپنے معروضات ہی کے مطلق ہونگے اور عموم بھی ان میں ہوگا تو بہ نسبت اپنے ماتحت ہی کے ہوگا بہ نسبت مافوق پھر مقید اور خاص ہی کہنا پڑے گا اور تناہی کا اسکی نسبت تسلیم کرنا ضرور ہوگا خواہ ایک دو جہت میں ہو یا جمیع جہات میں اور ظاہر ہے کہ غیر تناہی میں امثال تناہی غیر تناہی نکل سکتی ہیں۔

سوا افراد مقدرہ مخروط نوت موجودہ فی الخارج داخل احاطہ حکومت وفیض حضرت

خاتم المرسلین ہیں اور اس احاطہ میں ثانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہونا اس لئے ممکن نہیں کہ اجتماع المثلین فی محل واحد لازم آئے گا۔

مگر مخروطات مقدرۃ الوجود اس احاطہ سے خارج ہیں اور ان کا زاویہ راس جو بالیقین خاتمیت مطلقہ میں ہمارے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظیر ہوگا اس احاطہ میں داخل نہیں اور مخروط نبوت یعنی ما بہ النبوۃ کا خارج میں موجود ہونا اور بعض افراد مقدرہ کا خارج میں موجود نہ ہونا ایسا ہے جیسا فرض کرو آفتاب بایں ہیئت کذائی جس میں اشعۂ مستطیلہ مثلثہ موجود ہیں موجود ہوتا اور یہ ارض و سما و اشجار و در و دیوار جو محل وقوع نور آفتاب اور اشعۂ مذکورہ ہوتے ہیں نہ ہوتے اس صورت میں ظاہر ہے کہ صحنہائے مختلفہ اور روشندانوں متعددہ کی روشنیاں اور آئینہا مختلفہ کے انوار جو اب موجود ہیں اور باہم مختلف خارج میں ہرگز موجود نہ ہوتے مگر جیسے یہ دھوپیں اور یہ روشنیاں اور یہ انوار تو نور آفتاب عالمتاب کے افراد مقدرہ میں سے ہو سکتے ہیں اور اس احاطہ میں باوجود اختلاف ہیئت و کیفیت و کمیت نور بخشہا دوسرے آفتاب کا ہونا ممکن نہیں یعنی ان افراد عرضیہ کے لئے اور خاتم متصور نہیں۔

ایسے اور آفتاب اگر کہیں اور فرض کریں تو وہ آفتاب منجملہ افراد مقدرۃ الوقوع فی احاطۃ ہذہ الشمس نہ ہوگا ورنہ اس کے احاطہ کے افراد خارجیہ یا مقدرہ اس آفتاب کے افراد مقدرہ میں سے شمار کئے جائیں گے بالجملہ افراد مقدرہ کے لئے مادہ تقدیر کا اسی طرح موجود ہونا ضرور ہے جیسے دھوپوں کے افراد اور روشندانوں کی روشنیوں اور آئینوں کے انوار مقدرہ کے لئے نور مطلق آفتاب کا وجود۔

سو جیسے آفتاب یا اسکے نور کو خاتم الانوار اور روشنیوں اور دھوپوں کا خاتم بطور احقر جب ہی کہہ سکتے ہیں جب کہ نور مطلق اس کو لازم ہو اور نور آئینہ اس میں موجود ہو ایسے ہی خاتم النبیین کسی کو بطور مذکور جب ہی کہہ سکتے ہیں کہ مادۂ تقدیر اعنی مادہ نبوت موجود ہو

اسی کے احاطہ کے افراد مقدرہ کو منجملہ افراد مقدرۃ النبیین مضاف الیہ خاتم کہہ سکتے ہیں مگر جیسے خود خاتم کو منجملہ افراد مضاف الیہ نہیں کہہ سکتے اس کے نظیر کو بھی منجملہ افراد مقدرۃ النبیین کہنا غلط ہے کیونکہ جیسے وہ داخل احاطۂ مادہ تقدیر نہیں ایسے ہی یہ بھی داخل نہیں۔

نظیر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے

اب دیکھئے قول احقر بھی جوں کا توں بنا رہا اور امکان نظیر بھی ہاتھ سے نہ گیا الغرض موصوف بالذات بالنبوۃ کی وحدۃ اور امتناع تعدد بہ نسبت اپنے افراد مقدرہ فی المقابل کے معارض امکان ذاتی نظیر موصوف بالذات نہیں بالجملہ اتصاف ذاتی اول درجہ کا تو منحصر ذات بابرکات جناب قاضی الحاجات خالق کائنات ہی میں ہے اسلئے کہ اس احاطہ کے سوا کوئی احاطہ ہی نہیں اور دوسرے درجہ کا اتصاف ذاتی حضرت سید الکونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے۔

ہاں اگر آپ اپنی ذات و صفات و کمالات میں محتاج خالق کائنات نہ ہوتے بلکہ بذات خود مستقل اور مستغنی عن الغیر ہوتے تو آپ کا اتصاف ذاتی بھی کامل درجہ کا ذاتی ہوتا ا کوئی احاطہ آپ کے احاطہ کے سوا نہ ہوتا اور اس وجہ سے آپ کا نظیر ہر طرح سے ع بالذات ہوتا مگر چونکہ آپ کا احاطہ اتنا وسیع نہیں کہ تمام کائنات کو محیط ہو تو احاطۂ خداوندی میں ایسے ایسے احاطے سینکڑوں نکل سکتے ہیں اس لئے آپ کے نظیر کا امتناع منحصر اسی آپ کے احاطہ میں رہے گا جسکو احاطۂ نبوت موجودہ کہئے اور جسکی طرف بالالتزام بلفظ خاتم النبیین اشارہ فرمایا ہے اور سوا اس احاطہ کے اور مواطن میں آپ کا نظیر ممکن ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ داخل شخص اکبر جو احاطۂ نبوت ہے اور اس احاطہ سے زیادہ

کم کرنا اسکی نسبت ایسا ہے جیسے وجود انسانی کی نسبت ایک ناک سے زیادہ کم کر دینا اس احاطہ میں تو آپ کا ثانی ممتنع ہے اور خارج از احاطہ مذکورہ ممکن سوا ایسا امتناع وہ امتناع بالغیر ہوتا ہے جسکو امکان ذاتی لازم ہے۔

اب یوں کہو اور مخلوقات کی نسبت آپ مستغنی اور مستقل ہیں اور بہ نسبت خالق کائنات محتاج اور ملتجی تو آپ من وجہ مستغنی اور من وجہ محتاج من وجہ موصوف بالذات من وجہ معروض اور موصوف بالعرض جو نسبت کہ افراد انبیاء موجودہ اور مقدرہ کو خاتم ہوں یا غیر خاتم آپ کے ساتھ تھی وہی نسبت آپ کو بلکہ اس سے زیادہ خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے جب کہ مقابل کی افراد مقدرہ یعنی آپ سے مستفید اور آپ کے معروض ہیں غیر متناہی ہو سکتی ہیں تو آپکے افراد مماثلہ جو خدا تعالےٰ سے مستفید اور مثل آپ کے فقط محتاج الی اللہ ہوں گے کیونکہ غیر متناہی ممکن نہ ہوگی۔

ہاں آپ کے نزدیک اگر درگاہ محمدی درگاہ خداوندی سے عظیم الشان ہے تو البتہ پھر ہم کو اس باب میں تو گفت و شنود کی گنجائش نہ رہے گی اور اگر رہے گی بھی تو فقط یہ کہ ممکن ہے آپکے افراد مماثل محدود اور متناہی ہی ممکن ہوں غیر متناہی نہ سہی لیکن دربارۂ عظمۃ و رفعۃ البتہ قیل و قال رہے گی۔

الحاصل عالم اسباب میں جن کو موصوف بالذات کہتے ہیں ان سب میں عالی مراتب آپ ہیں پر خدا تعالےٰ کے سامنے آپ بھی اور نیز اور موصوف بالذات منجملہ معروضات اور موصوفات بالعرض ہیں والعاقل تکفیہ الاشارۃ

محذور ثامن

تفسیر بالرائے مذموم ہے

معلوم ہے کہ تفسیر بالرائے میں کیا شدید حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے باوجود اس کے خاتم النبیین کی تفسیر ایسی کی کہ کوئی بھی اس کا موافق اور موئید علماء اُمت سے نہیں طرفہ یہ ہے کہ مخالفت جمہور کی بھی اور مطلب بھی ثابت نہ ہوا۔

جواب

تفسیر بالرائے کے مفہوم میں غلطی

مولٰینا یہ بھی معلوم ہے کہ تفسیر بالرائے پر وعید شدید ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ تفسیر بالرائے اُسے نہیں کہتے جسکو آپ تفسیر بالرائے سمجھتے ہیں اور نیز یہ بھی معلوم ہے کہ اور علماء بھی دربارہ اتصاف ذاتی ہمارے موافق ہیں اور نیز یہ بھی معلوم ہے کہ اگر اور کوئی یہ تفسیر نہ لکھے تب بھی مخالفت جمہور نہیں اور پھر بایں ہمہ اہل فہم و انصاف کے نزدیک ہمارا مطلب ایسی طرح ثابت ہے کہ اس میں ہرگز گنجائش تردد و تامل نہیں۔

مولٰینا اگر یہی تفسیر بالرائے ہے تو بالضرور آپ مفسرین کبار کو بھی داخل وعید مذکور سمجھتے ہوں گے کیونکہ ایک ایک آیت میں اقوال متعددہ موجود سب تو مرفوع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو ہی نہیں سکتے اگر ہوگا تو ان اقوال متخالفہ میں سے کوئی ایک ہی مرفوع ہوگا باقی سب منجملہ تفسیر بالرائے ہوں گے سو یہ آپ کی تکفیر کا چھینٹا فقط اسی گنہگار پر نہ پڑے گا بڑے بڑے اکابر تک یہ بوچھاڑ جائے گی سو ہم تو یوں بھی سمجھ کر چپ ہو

رہیں گے کہ ہم کیا اور ہمارا ایمان کیا ایسے ایمان کو ننگِ کفر کہیئے تو بجا ہے پر اکابر دین کو آپ کیا منہ دکھلائیں گے۔

اور اگر یوں کہیئے کہ تمام اقوال مفسرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے مروی ہیں پر ایک صحیح باقی موضوع تو بوجہ متمیز نہ ہونے صحیح و موضوع کے صحیح کی طرف بھی بوجہ قلت گمان وضعفی ہی رہے گا اور اعتبار تفاسیر بالکل جاتا رہے گا۔

مولٰنا میں نے تو پہلے ہی اس اندیشہ سے کہ ابناء روزگار اس تفسیر کو منجملہ تفسیر بالرائے نہ سمجھیں گے تفسیر بالرائے کی تفسیر بھی آخر تحذیر میں لکھ دی تھی پر آپ ملاحظہ نہ فرمائیں تو میرا کیا قصور اور اگر باوجود ملاحظہ عرض مذکور یہ عتاب ہے تو قبل اس کے کہ آپ اس عرض پہ ردو قدح کریں نہ آپ کو اعتراض مناسب تھا نہ مجھ کو جواب ضرور۔

آپ فرماتے ہیں کہ جمہور کی مخالفت کی یہ بات کوئی اور نیم مُلّا کہتا تو بجا تھا آپ کے کہنے کی یہ بات نہ تھی اگر فقط نئے مضامین کا نکالنا مخالفت جمہور ہے تو میں کیا تمام مفسرین کی جانب یہ الزام عائد ہوگا ایسا کونسا مفسر ہے جس نے کوئی نہ کوئی نئی بات نہیں کہی اور کوئی نہ کوئی نکتہ نہیں نکالا۔ اور اگر مخالفت جمہور اس کا نام ہے کہ مسلمات جمہور باطل اور غلط اور غیر صحیح اور خلاف سمجھی جائیں تو آپ ہی فرمائیں تاخر زمانی اور خاتمیت عصر نبوۃ کو میں نے کب باطل کیا اور کہاں باطل کیا۔

مولانا میں نے خاتم کے وہی معنے رکھے جو اہل لغت سے منقول ہیں اہل زبان میں مشہور کیونکہ تقدم و تاخر مثل حیوان انواع مختلفہ پر بطور حقیقت بولا جاتا ہے ہاں تقدم و تاخر فقط تقدم و تاخر زمانی ہی میں منحصر ہوتا تو پھر درصورت ارادہ خاتمیت ذاتی و مرتبی البتہ تحریف معنوی ہو جاتی پھر اس کو آپ تفسیر بالرائے کہتے تو بجا تھا۔

علیٰ ہٰذا القیاس نبیین کے معنوں میں میں نے تصرف نہیں کیا تفسیر خاتمیت مرتبی کے لئے

کلام اللہ و حدیث میں سے متعدد شواہد نقل کیئے اس صورت میں اگر آپ کو کہنا تھا تو تفسیر بالقرآن اور تفسیر بالحدیث کہنا تھا تفسیر بالرائے۔ فرماتا تھا اور اگر آپ کے نزدیک تفسیر بالقرآن بھی منجملہ تفسیر بالرائے ہے تو آپ کوئی تعریف تفسیر اصلی بیان فرمایئے:

مولٰنا! خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی مگر ہاں آپ گوشۂ عنایت و توجہ سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں اخبار بالعلت مکذّب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مصداق اور مؤید ہوتا ہے اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اسکی علت یعنی خاتمیت مرتبی کو ذکر اور شروع تحذیر ہی میں اقتضاء خاتمیت مرتبی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا یہ تو اس صورت میں ہے کہ خاتم سے خاتم المراتب ہی مراد لیجیئے اور اگر خاتم کو مطلق رکھیئے تو پھر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں اس سے اسی طرح ثابت ہو جائیں گے جس طرح آیت ؎

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان[1]

میں لفظ رجس سے نجاست معنوی اور نجاست ظاہری دونوں ثابت ہوتی ہیں اور اس ایک مفہوم کا انواع مختلفہ پر محمول ہونا ظاہر ہوتا ہے ظاہر ہے کہ خمر نجس العین بنجاست ظاہرہ ہے اور میسر اور انصاب اور ازلام اگر نجس ہیں تو ان کی نجاست ظاہری نجاست نہیں۔ بالجملہ جیسے اخبار قیام زید و عمرو مخالف و معارض قیام زید نہیں بلکہ مع شئی زائد اسکی تصدیق ہے ایسے ہی اس صورت میں میری تفسیر مع شئی زائد مصدق تفسیر مفسران گذشتہ ہوگی نہ مخالف اور معارض۔

اور اگر عرض احقر مخالف جمہور ہے تو تمام بطون آیات ظہور آیات کے معارض ہوں گے اور حدیث لکل آیۃ ظہرا و بطنا ایک افسانہ غلط ہوگا رہا یہ ارشاد کہ مطلب بھی

ثابت نہ ہو فقط آپ اپنے اعتراضوں کے بھروسے یہ ارشاد فرماتے ہیں میرے جوابوں کو دیکھ کر انشاء اللہ تعالیٰ پھر ہرگز نہ فرمائیں گے ہاں اگر خدا نخواستہ آپ سا منصف حلیم الطبع سلیم الطبع اگر تعصب پر آئے تو پھر میرا جواب دینا محض لغو اور آپ کے اعتراض سب بجا ہو جائیں گے۔

محذور تاسع

آبادیٔ طبقات کی نئی تقسیم

تحقیق صاحب انسان کامل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی طبقہ میں طبقات سافلہ سے انسان کا نشان نہیں وہ لکھتے ہیں کہ دوسرے طبقہ میں مومنین جن آباد ہیں تیسرے میں مشرکین جن چوتھے میں شیاطین پانچویں میں عفاریت چھٹے میں مردہ ساتویں میں عفاریت وحیاتِ نمونہ عذاب جہنم۔

جواب

آبادیٔ طبقات زمین ـــــ تحقیق عجیب

مولٰنا! اگر تحقیق صاحب انسان کامل سے ترتیب کیفیت آبادی طبقات سافلہ بطور مرقوم فی المحذور معلوم ہوتی ہے تو حضرت ابن عباسؓ حبر امتہ کی تحقیق سے وہ کیفیت معلوم ہوتی ہے جو اثر مذکور میں مسطور ہے۔

پھر اثر مذکور کو محدثان والا مقام صحیح الاسناد کہتے ہیں اور صحیح الاسناد ہونا کسی حدیث کا بعد اس کے کہ کسی حدیث قوی کی یا نص جلی کے معارض نہ ہو بلکہ نصوص قطعیہ اسکی مؤید ہوں موجب صحت متن ہوتا ہے سو مخالفت تو معلوم ہی ہو چکی رہی موافقت تفسیر آیت:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ[1]

کو جو رسالہ تحذیر میں مرقوم ہے بنظر انصاف دیکھئے اور پھر فرمایئے ہے کہ نہیں۔

لیکن جیسے اس حدیث کی تصحیح محدثین سے ثابت ہے مضامین انسان کامل کا مرفوع ہونا اور پھر ان کی تصحیح محدثین سے منقول نہیں پھر با ایں ہمہ حسب مزعوم جناب مخالف اثر مذکور جو بالیقین اس سے قوی اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ بعد اس مخالفت کے قول صاحب انسان کامل قابل قبول رہا یا نہ رہا۔

دوسرے آپ دعوے تو یہ کرتے ہیں کہ کسی طبقہ میں طبقات سافلہ میں سے انسان کا نشان نہیں اور پھر دلیل ایسی پیش کرتے ہیں کہ جس سے اور انواع کا طبقات سافلہ میں موجود معلوم ہوتا ہے انسان کی نفی نہیں نکلتی ورنہ یہی قاعدہ ہے تو۔

أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء[2] اور

ثم اورثنا القوم الذين كانوا يستضعفون مشارق الارض ومغاربها التي باركنا فيها ولنسكننكم الارض من بعدهم[3]

وغیرہ آیات سب اس بات پر دلالت کریں گی کہ زمین میں سوا بنی آدم اور کوئی نوع نہیں اور چونکہ بالبداہتہ اور انواع خارج از حد شمار اس زمین میں موجود ہیں تو نعوذ باللہ کذب کلام ربانی لازم آئے گا۔

مولٰنا! آپ نے انسان کامل میں یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ اس زمین کی نسبت کیا لکھا ہے مولٰنا! وہ کیسی بات ہے کہ احادیث اور اقوال بزرگان دین باہم موافق رہیں آپ کی نظر تلاش تعارض ہی میں کیوں مصروف ہے

---

[1] اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور انہی کی طرح زمینیں بھی۔
[2] کیا تو زمین میں انکو بنائے گا جو اس میں فساد برپا کریں اور خون بہائیں۔
[3] پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور تھے اس زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے برکتوں والی بنایا ہے تاکہ ہم ان لوگوں کے بعد زمین میں آباد کریں۔

محذور عاشر

نظیر خاتم بالفعل کا الزام!

خاتمیت زمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجمع علیہ علماء امت ہے جسکی ضرورت سے قاسم کہتا ہے کہ یہ خاتمیت یوں بن سکتی ہے کہ ان چھ طبقہ والوں کو سابق خاتم مطلق ہے سمجھا جاوے مگر یہ نہ کہا کہ ایسے ہی سمجھنا چاہیئے تاکہ امکان نظیر ہاتھ سے نہ جائے کہ فعلیتہ کے دعوے کی گنجائش بھی ہو سکے کہ اگر کوئی مخالف اجماع پہ کمر باندھے تو کہوے کہ چھ اور بعد کو موجود ہو گئے ہیں اثر ابن عباسؓ سے ثابت اور قاسم کا عالم اس سے مثبت ۔

جواب

انعقاد اجماع کے لئے ایک ضروری شرط!

مولٰینا! معلوم نہیں یہ اعتراض ہے یا عتاب ہے اعتراض کی تو کوئی بات اس میں سے نہ نکلی اگر نکلا تو غیظ و غضب ہی نکلا مولٰینا! خاتمیت زمانی اپنا دین ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے اس تہمت کے جواب میں ہم آپ پر اور آپ کے اہل ملت پر ہزار تہمتیں لگا سکتے ہیں اور تہمتوں کا کیا ذکر ہے اگر ہم یوں کہیں کہ آپ کے کلام سے بوئے انکار افضلیت آتی ہے تو بروئے انصاف غلط نہیں مگر کیا کیجئے آیت :۔ لئن بسطت الی یدک یاد ہے ۔

مولٰینا! کچھ انصاف بھی چاہیئے اگر کوئی شخص یہ پوچھ بیٹھے کہ انعقاد اجماع کے لئے

احتمال وجود انبیاءؑ بعد خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور ہے تاکہ اجماع سے اس احتمال کا بطلان ہو جائے مگر احتمال مذکور بعد تعیین وجود بنی آدم ہے سو اس زمین میں تو وجود آدم و بنی آدم مسلّم پر اور زمینوں میں تو بنی آدم کا ہونا ہی مسلّم نہیں جو ان کی نسبت بھی آپ کی خاتمیت زمانی پر اجماع ہوا ہو تو ایسے شخص کے جواب میں ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ وجود نوع انسان طبقات سافلہ میں احادیث سے ثابت ہے وقت اجماع اہل اجماع کے تمام طبقات کے نوع انسانی پر نظر تھی پر آپ کیا جواب دیں گے ۔

آپ تو فرماتے ہیں کہ طبقات سافلہ میں انسان کا نشان نہیں اس صورت میں بجز اس کے اور کیا کہئے گا کہ افراد مقدرۃ الوقوع کی نسبتہ بھی آپ کی خاتمیت پر اجماع منعقد ہو لیا ہے لیکن آپ عنایت فرما کر اس کتاب کو ہمیں بھی تو دکھلائیں جس میں افراد مقدرۃ الوقوع اور انواع انسانی مقدرۃ الوقوع کا بھی ذکر ہے ۔

مولٰینا! کچھ تو خیال فرمایئے درصورت ارادہ تاخر زمانی جملہ خاتم النبیینؐ قضیہ خارجیہ نہ ہوگا مقدرۃ اس لئے کہ منجملہ افراد مقدرہ وہ افراد بھی ہیں جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔

لو کان بعدی نبیؐ لکان عمرؓ

علیٰ ہذا القیاس حضرت ابراہیمؑ فرزند دلبند سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبتہ بھی اسی قسم کا ارشاد ہے پھر معلوم نہیں افراد کی نسبتہ تاخر زمانی کیونکر بنے گا اور اہل اجماع نے کیا سمجھ کر اجماع کیا اور اسے بھی جانے دیجئے آپ خاتمیت مرتبی کو مانتے ہی نہیں خاتمیت زمانی ہی کو آپ تسلیم فرماتے ہیں خیر اگرچہ اس میں درپردہ انکار افضلیت تامہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لازم آتا ہے لیکن خاتمیت زمانی کو بھی آپ اتنا عام نہیں کر سکتے جتنا ہم نے خاتمیت مرتبی کو عام کر دیا تھا۔

حجیت اجماع حجیت قرآن سے کم ہے

وجہ اسکی یہ ہے کہ حجیۃ اجماع بہر حال حجیۃ قرآن شریف سے کم ہے اس لئے
قرآن شریف کا عام اجماع کے عام سے اثبات عموم میں زیادہ نہ ہوگا تو کم بھی نہ ہوگا۔
قرآن شریف میں موجود ہے :۔

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم[1]

اور ظاہر ہے کہ بیان تمام نوع انسانی مراد نہیں افراد معدود مراد ہیں سو اگر یہاں یہ
عذر ہے کہ قرینہ خارجیہ مخصص ہے تو وہاں بھی قرینہ خارجیہ مخصص ہے۔

غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدی بعد ظہور منسوخ نہ ہو علوم نبوت اپنی
انتہا کو پہونچ جائیں کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو یہ احتیاج باقی نہ ہے
سو ظاہر ہے کہ یہ احتمال اگر ہے تو جب ہی ہے جب کہ انبیاء مفروض الوجود بعد زمان محمدی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا فی زمان محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اس زمین میں پیدا ہوں کیونکہ ان کی
گنجائش ہے اور اگر فرض کرو کسی اور زمین میں کوئی اور نبی معاصر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ
آلہ وسلم ہو یا بعد زمان خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں تو نہ اس تک کسی کو رسائی
میسر نہ یہاں کے باشندوں کو اس کے اتباع کی گنجائش پھر کاہے کے لئے ان کی نسبت آپ
کو بعد میں پیدا کیجئے اور کاہے کے لئے اس پر اجماع منعقد کیجئے ہاں قطع نظر غرض مذکور
کے اگر محض تاخر زمانی بالذات موجب افضلیت ہوتا تو البتہ ایک بات بھی تھی مگر آپ ہی
نہیں بلکہ اور سب خوب جانتے ہیں کہ محض تاخر زمانی موجبات افضلیت میں سے نہیں

---

[1] وہ لوگ جنکو لوگوں نے کہا کہ لوگ تم پر حملہ کے لئے جمع ہو گئے ہیں تم ان سے ڈرو

اگر ہوتی بھی تو اولیت ہوتی مولینا! ہماری غرض کے قبول کرنے میں ساری باتیں ٹھکانے لگ
جاتی ہیں اور آپ کے طور پر ایک مدعا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

میری غرض اس کہنے سے کہ خاتمیت زمانی یوں بن سکتی ہے کہ ان چھ طبقہ والوں
کو سابق خاتم مطلق سے خاتم مطلق سے سمجھا جاوے ان لوگوں کا اسکات تھا جو خاتمیت
زمانی مراد لیں اور پھر اثر مذکور کو مخالف آیۃ سمجھیں ظاہر ہے کہ موافق بعض تقریرات
گذشتہ نبی کنبیکم بھی مثل جملہ آدم کآدمکم بیان واقعہ گذشتہ ہو سکتا ہے پھر اس
اثر کا معارض خاتم المرسلینؐ کہنا کیونکر روا ہے۔

گذارش احوال واقعی

الغرض بطور جواب یہ احتمال بتلایا تھا بطور اظہار لعتقاد یہ گذارش نہ تھی جو آپ
کہتے ہیں یوں کیوں نہ کہا کہ ایسا ہی سمجھنا چاہیئے اپنے اعتقاد کا حال تو اول تحذیر میں عرض
کر چکا تھا جس میں سے تقریر ثانی کی موافق خاتمیت زمانی علی الاطلاق منجملہ مدلولات مطابقی
لفظ خاتم ہو جائے گی بایں ہمہ اگر مجھ سے اس باب میں تقصیر ہوئی تو میں بلا وقت اب اس
کو کہتا ہوں پر آپ سے جو بوجہ انکار توسط عرضی محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالیقین انکار
افضلیت تامہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لازم آیا اسکی تلافی تو بلا رجوع اور اعتراف غلطی
سابقہ ممکن ہی نہیں۔

مولینا! فضلیت کے دعوے کی تو آپ یونہی تہمت لگاتے ہیں تاہم برا نہیں ماننے
پر امکان نظیر کی بات مسلم لیکن آپ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ خاتمیت زمانی سے امکان نظیر
کیونکر ہاتھ سے جاتا رہے گا جو میں جزماً نہ کہتا اور یوں ہی احتمال نکال کر ٹال جاتا۔
مولینا! ہمارے دلائل ایسے پوچ نہیں اور نہ ہم اپنے دعوای میں ایسے حیران جو موافق

مثل مشہور الغریق یتعلق بکل حشیش آپ کی طرح ایسی نحمی دلیلیں بیان کرتے اور ایسی
باتوں سے سہارا لیتے امکان نظیر تو مولینا! ایسے دلائل سے کہ آپ تنہا تو کیا اگر تمام گروہ
مدعیین امتناع بھی اکٹھے ہوں تو انشاء اللہ تعالیٰ جنبش نہ آئے اگر چھیڑ چھاڑ اپنا شیوہ ہوتا
تو ہم آپ سے اوّل اسی مسئلے میں نبٹتے پر کیا کیجئے اپنی کم گوئی اور یکسوئی اوروں کی جرأت
کا باعث ہوگیا پر اپنا یقین اوروں کی ہدایت کا سبب نہ بنا آپ کی سلامت طبع اور انصاف
کا کسی قدر سنے سنائے معتقد ہوں موافق الدین النصیحۃ یہ گذارش ہے کہ مولینا! عقیدہ
کی بات ہے خدا تعالیٰ کی قدرت کو بتہمت استحالہ ذاتی بٹہ نہ لگائیے زیادہ کیا عرض کروں
آپ کے عشرہ کاملہ کا نقصان تو ظاہر ہو ہی گیا پھر کاہے کے لئے قلم گھسائیے پر یہ گذارش
مناسب وقت ہے کہ کامل تو یہ اعتراض ہیں جو سراسر ناقص ہیں ناقص کتنے ناقص ہوں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ط

حصہ دوم مکتوبات

مکتوب اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از فقیر محمد عبد العزیز عفا اللہ عنہٗ

بخدمت منبع العلوم والمکارم بل للعلماء خاتم جناب مولوی محمد قاسم صاحب دام ظلہم

السلام علیکم وعلیٰ من اتبع الہدیٰ من لدیکم

آپ نے جو رسالہ تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباسؓ تحریر فرمایا ہے اس عرصہ
میں نظر فقیر سے گذرا تو اس پر بہت شبہات و محذورات وارد بر ذہن ناقص ہوئے کچھ کا
جواب تو آپ کے جواب سے جو مولوی محمد علی صاحب[1] نزیل دہلی کے سوالات کا تھا ہوگیا
مگر اکثر باقی رہ گئے اس واسطے استفسار ضرور ہوا امید کہ جواب سے مشرف فرمایا جائے

خاتم بمعنی موصوف بالذات پر اعتراضات

اوّل ــــ یہ کہ خاتم کے معنی موصوف بالذات جو آیت خاتم النبیین میں آپ کے
نزدیک راجح ہیں اور بمعنی آخر النبیین مرجوح پس ایسا خاتم النبیین جو مطلق انبیاء کا خاتم اور منبع فیض ہو دوسرا ممکن
ہے یا ممتنع بالذات یا بالغیر اسکی تصریح اس رسالہ میں نہیں اگرچہ اتنا تو موجود ہے کہ
"جب خاتم کے یہ معنی ٹھہرے تو سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی کو افراد
مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہہ سکتے "

[1] غالباً مولانا محمد علی مونگیری مراد ہیں۔ صد افسوس کہ حجۃ الاسلام کی اس تحریر کی نشاندہی نہ ہو سکی ۱۲ نجیب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممتنع ہے مگر تعیین بالذات یا بالغیر کے نہیں اور جو شق اختیار کریں اس کے معنی مرادی کی تصریح فرمادیں تاکہ حاجت استفسار کی نہ رہے واسطے فی العروض اور موصوف بالذات غیر مکتسب من الغیر کا سا حال نہ ہو کہ آپ نے معنے لغوی مراد لئے اور ہم اصطلاح اہل علم کے خیال میں رہے آپ نے من الغیر سے مراد من المخلوق رکھی ہم بقرینۂ تشبیہ من واجب الوجود سمجھے اس واسطے اصطلاح خاص پر مطلع کرنا ضرور ہے

دوسرے ۲ ——— یہ کہ خاتمیت سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی تو آیت خاتم النبیین سے بعبارت النص ثابت ہے اور منبع فیض جمیع انبیاء سابقین ولاحقین ہونا آیۃ واذ اخذ نا میثاق النبیین اور حدیث علمت علم الاولین والآخرین سے آپ کے نزدیک دلالۃ یا اشارۃ سمجھا گیا بر تقدیر تسلیم اس مجموع سے یہ حاصل ہوا کہ حضرت خاتم بمعنے منبع فیض انبیاء علیہم السلام سابقین ولاحقین کے ہیں جو مدلول اولین وآخرین کا ہے جیسے کہ خاتم بمعنی آخر الانبیاء کے بھی ہیں۔ جو مدلول مطابقی خاتم النبیین کا اور آپ کے نزدیک مرجوح ہے اور آپ کا اقرار ہے کہ اس معنی میں کسی کو آنحضرت ؐ کا مماثل نہیں کہہ سکتے۔

پس صاف ظاہر ہے کہ مماثلہ مطلقہ جو مدلول اثر ابن عباسؓ ہے مخالف مدلول آیت خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی ہے پس سوائے مبتدع کے کس مسلمان کو جرأت ہے کہ کسی نبی کو مماثل خاتم مطلق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہے اور انبیاء تحتانی میں جو آپ خاتمیت ثابت کرتے ہیں۔

اوّل تو ثابت نہیں ہو سکتے اس لئے کہ مثلہن کی صحت اطلاق کے واسطے مماثلہ فی العدد و فی التباعد فی العمارۃ و فی نزول الامر بینہن کافی ہے حاجت اثبات انبیاء

کی بھی نہیں چہ جائے کہ خاتم ہوں اس واسطے اگر آسمانوں میں انبیاءؑ اور خاتم ہوتے تو زمینوں میں بھی ثابت ہوتے جب کہ نہیں پس نہیں۔

ثانیاً اگر خاتمیت اضافیہ ثابت بھی ہو تو متنازع فیہا نہیں جو لوگ نظیر اور مماثل نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ممتنع کہتے ہیں وہ مماثل فی الخاتمیت المطلقہ مراد لیتے ہیں ان کے مقابلہ میں صرف یہ نام کی خاتمیت اور نبیوں میں ثابت کرنا کیا نفع دیتا ہے بجز اسکے کہ مدعیان مماثلہ وامکان نظیر بل تحقق نظیر پھولے نہ سمائیں کہ ہمارے مولوی صاحب نے چھ خاتم مماثل اور نظیر ثابت کر دیئے بحکم آں کہ الغریق یتعلق بکل حشیش اگرچہ دل میں تو سمجھیں گے کہ نظیر ہونا تو کیا خاتم ہونا بھی ابھی ثابت نہیں ہوا مگر غنیمت ہے سر اٹھانے کو جگہ تو ملی آنسو پوچھ گئے اگرچہ خوبی تو اس میں تھی کہ مثلہن بھی کلام الٰہی تھا اپنی اطلاق پر رہتا اور مماثلہ مطلقہ ثابت ہو جاتی مگر کیا کیجئے شاید مولوی صاحب تکفیر مخاصین سے ڈرتے ہیں۔

تیسرے ۳ ——— یہ کہ خاتم بمعنے آخر الانبیاء مطلقاً مجمع علیہ امت ہے اور آپ کے نزدیک بھی اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی جس کا متواتر المعنی ہونا مسلم آپ کا بھی ہے اُس کی مؤید ہے پھر خلاف حدیث اور اجماع کے اُڑ آیت خاتم النبیین کے خاتم کے معنے ایسے لکھے جس سے چھ نبیؐ خاتم کیا ہزار دو ہزار بلکہ دو لاکھ خاتم کا بھی بعد خاتم مطلق کے ہونا جائز ہو جائے بلکہ بہتر ہو تاکہ فضیلت بڑھ جائے۔ کیا اس کو ابتداع نہیں کہتے کیا ایسا شخص پورا سنی رہ جاتا ہے کیا اس کو تفسیر بالرائے نہیں کہتے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا
من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ

چوتھے ـــــــ یہ کہ اثر ابن عباسؓ کا مضمون جب کہ مخالف اطلاق عموم آیت وخاتم النبیین بالمعنی المسلم و بالمعنی المجمع علیہ ہر طرح ہے جیسا گذرا پس منقطع بانقطاع معنوی ہو گو صحیح ہو قابل احتجاج وعمل نہیں نظیر اسکی حدیث

لا صلوٰۃ اِلا بفاتحۃ الکتاب[1]

ہے کہ باوجود صحت کے معمول بہ حنفیان نہیں بسبب مخالفت عموم

فاقرؤا ما تیسر من القرآن[2]

کے بالفعل ان ہی مسلمات پر کفایت کی اور دلائل موصوفیت بالذات و بالعرض پر جو شبہات وارد ہوتے ہیں ان سے بسبب عدیم الفرصتی کے اعراض کیا بعد الفرصت عرض کروں گا انشاء اللہ العزیز۔

---

[1] فاتحۃ الکتاب یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
[2] قرآن میں سے جو تمہارے لئے آسان ہو پڑھو۔

جوابِ مکتوبِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

کمترین خلائق ناکارۂ روزگار محمد قاسم غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ جامع کمالات ظاہری وباطنی مولینا محمد عبد العزیز صاحب دام ظلہ کی خدمت سراپا برکت وافادۃ من بعد سلام و نیاز کے عرض پرداز ہے۔

عذرِ تقصیر

کچھ اوپر بیس دن ہوئے آپ کے محذورات عشرہ مولوی فخر الحسن صاحب کی معرفت انبہٹہ میں میرے پاس پہونچے جی میں آیا کہ جواب لکھئے مگر اول تو اپنی کاہلی ہمیشہ سے مانع تحریر رہے گاہ وبیگاہ احباب واقارب کا تقاضا یا کسی بزرگ کا اشارہ ہوا تو بناچاری بہت پیچ تاب کھا کر اپنی تضییع اوقات کرے ورنہ پلنے آپ بھی شوق تحریر باعث تحریر نہیں ہوتا دوسرے ایک عرصہ سے یہ ہیچمیدان کچھ ایسا پریشان ہے کہ دل ٹھکانے نہیں سرگردانی کا یہ عالم ہے کہ دن کہیں رات کہیں۔

محذورات عشرہ کے پہونچنے کے بعد پندرہویں سولھویں دن کلبۂ احزان میں آیا تو ایک دو روز تو بعض مہمانوں کی مدارات ومواسات میں گذری تیسرے دن بعد ظہر لکھنے بیٹھا تو شام ہی کو پھر دیوبند کی سوجھی یہاں آکر پرسوں اوقات مختلفہ میں بیٹھا اٹھ کر لکھا کر تمام کیا ہی تھا جو کل آپ کا والا نامہ میرے انتحار کا باعث ہوا مگر کھول کر دیکھا تو وہی طومار اعتراضات ہی تھا وحشت سابقہ فرو ہونے نہ پائی تھی کہ ایک اور سامان دن تنگی کھڑا ہو گیا۔

جی میں کہتا ہوں کہ یارب کون سی تقصیر تھی
جس کے بدلے دوست میری دھجیاں لینے گئے

بحث و مباحثہ کا نام ہی سنا کرتے تھے یہ خبر نہ تھی کس کو کہتے ہیں تحذیر الناس کی بدولت یہ دن بھی دیکھ لئے ۔

مولٰینا! میری کیفیت حال شاید آپ نے سنی ہو فتوٰی لکھنا تو کجا مہر و دستخط کرنے کا بھی اتفاق نہیں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسائل فقہیہ سے مس نہیں فرائض سے واقف نہیں ہاں احباب و اقارب کے خطوط کا جواب لکھ دیا کرتا ہوں ۔

تحذیر الناس کی تالیف!

مولوی محمد احسن صاحب میرے بڑے بھائی ہوتے ہیں در بارۂ تعارض اثر معلوم و جملہ خاتم النبیین مجھ سے استفسار فرمایا ان کے ارشاد کے جواب میں پہلو تہی نہ کر سکا جو اپنا مافی الضمیر تھا لکھ بھیجا انہوں نے اس کا نام بھی رکھ دیا اور چھاپ بھی دیا تس پر میرے نام بھی لگا دیا خیر اس وقت تک تو اس نیاز مند کو فریقین سے امید توافق ہی تھی تبتا ان اثر کے تو آنسو پونچھ گئے یعنی اثر مذکور بندۂ گنہ گار نے تسلیم کر لیا اگرچہ دعوٰے مساوات کلی شش امثال کو باطل کر کے اسکی جگہ فقط تطابق نقشہ کمالات اختیار کیا او منکران اثر سے انکار مساوات کلی میں مساوی رہا بلکہ وہ افضلیت ثابت کی کہ بعد خدائے تعالٰی اور کسی کو ثابت ہی نہیں ہاں اگر اندیشہ تھا تو اس کا اندیشہ تھا کہ اس تفسیر کو تفسیر بالرائے سمجھیں گے یا کسی قدر بعض اور مقامات پر لوگوں کے کھٹکنے کا اندیشہ تھا جس میں سے مخالف مقصود رسالہ تھا تو اندیشہ اوّل تھا اس لئے تفسیر بالرائے کی تفسیر بھی آخر تحذیر میں لکھ دی باقی اور شبہات مقدرہ کے لئے مواقع شبہات کے آس پاس ایسی قیود لگا دیں جن کو اہل فہم دیکھیں تو متامل نہ ہوں ۔

مگر تس پر یہ شور اٹھا کہ خدا کی پناہ یہ ناکارہ تو سب چھک پو بھول گیا الٹی از ار گلے میں آ گئی احسان کے بدلے الزام نقصان لگانے لگے مولٰینا! جائے انصاف ہے میں نے کون سے عقیدہ مسلمہ کو توڑ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں میری تحریر سے کیا نقصان آ گیا ہاں اثبات افضلیت کا دم بھروں تو آپ ہی فرمائیں کیا جھوٹ ہو گا مصرع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ایک درد مندانہ گذارش!

اپنے زمرہ میں سے تو آپ کسی کو بتلائیں کہ یہ افضلیت اس نے ثابت کی ہو ہاں بے وجہ کا شور و دعوٰئے افضلیت اگر دعوٰی مدلل سے بڑھ سکتا ہے تو البتہ وہ لوگ جن کو نہ خدا کی خدائی سے مطلب نہ اسکی قدرت پر کچھ نظر اگر ہے تو دعوے امتناع نظیر محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ورد زبان ہے، توحید خداوندی کو منسوخ کر کے توحید محمدی پر ایمان ہے، بالیقین ہم سے بڑھی ہوئی ہیں مگر اہل انصاف اور فہم کے نزدیک یہ بڑھ جانا اگر ہے تو اسی قبیل کا ہے جس طرح نصارٰی محبت حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اہل اسلام سے بڑھے ہوئے ہیں خدا جانتا ہے کہ میں کسی کی تکفیر نہیں کرتا مگر ہاں اس بات میں تمثیل مد نظر ہے کہ وہاں جیسے دعوے بے دلیل اور پھر خلاف واقع تو اس پر مستلزم توہین سبوح و قدوس ایسے ہی یہاں بھی دعوے افضلیت اور دعوے امتناع نظیر دعوے بے دلیل اور پھر خلاف واقع اور موجب توہین خداوندی محبت اخوت ایمانی کا یہ تقاضا ہے کہ آپ سے اس مسئلہ میں التماس غور کروں جب

اس عقیدہ کی خرابی پر نظر پڑتی ہے بے اختیار جی تڑپ جاتا ہے، برادران اسلام کے نقصانِ دین و ایمان پر دل لوٹ جاتا ہے مگر اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہوں جی میں کہتا ہوں کون سنتا ہے کس کو سنایئے جسکی خیر خواہی کروں گا وہی کاٹ کھانے کو دوڑیگا. خیر خواہی کی یعنی مباحثہ سر دھرنا پڑے گا ناچار چپ ہو رہتا ہوں.

مگر آپ کے انصاف پرستی کا سنے سنائے معتقد ہوں اور نیز عنایت نامہ سامی میں یہ بات دیکھ کر کر جوابات سوالات مولوی محمد علی صاحب کو دیکھ کر بعض شبہات رفع ہوگئے یہ ناکارہ آپ کے انصاف کا اور بھی دیوانہ بن گیا اسلئے بکمال عجز و نیاز یہ گذارش ہے آپ اس کو عند اللہ چھیڑ چھاڑ نہ سمجھیں تہ دل سے یہ عرض کرتا ہوں خدا تعالے کا وعدہ ہے.

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا[1]

آپ ہادی مطلق سے بکمال اخلاص دعا مانگیں کہ در بارۂ امکان و امتناع نظیر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نیز در بارۂ اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو کچھ حق ہو مجھ پر واضح ہو جائے اور نیز اسکے ساتھ اللہ تعالے سے عہد کریں کہ بعد وضوح انشاء اللہ تعالے ظاہر و باطن میں حق ہی کو اختیار کروں گا اور اپنے زمرہ کے ملامتوں سے نہ ڈروں گا اظہار حق میں دریغ نہ کروں گا.

اگر آپ بکمال اخلاص خدا تعالیٰ سے التجا کریں گے تو میں امید قوی رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اور آپ متفق ہو جائیں گے اور میں بھی انشاء اللہ تعالے ایسا ہی کروں گا آپ دعا مانگیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ضلالت سے بچائے اور راہ راست دکھائے قطع نظر حصول مطلوب سے اس صورت میں یہ بڑا نفع ہے کہ میرے آپکے اوقات خراب

---

[1] جو لوگ ہماری راہ میں جد و جہد کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

نہ ہوں گے اتفاق جو عمدہ مقاصد دین میں سے ہے نصیب ہو جائے گو رنہ تحریر کا دامن بہت فراخ ہے.

یہ کیسی دوستی ہے ؟

باوجودیکہ میں نے کوئی بات موجب توہین شان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کہی تھی، کہی تھی تو وہ بات کہی تھی کہ در بارہ اثبات افضلیت کسی ایک دو ہی نے کہی ہوگی بس پرا بنا ہر روز نے یہ لتاڑ بتلائی ہے کہ ساری تن آسنیاں بھول گیا دامن چھوڑانا مشکل ہو گیا خدانخواستہ اگر کوئی کلمہ موہم توہین بھی میرے منہ سے نکل جاتا تو خدا جانے کیا حال بناتے میں نے غلط کہا توہین والے آج کل سرخرو ہو بیٹھے تعظیم والوں کی جان کو بن گئی.

مجھ کو اس وقت ایک **حکایت** یاد آئی کسی امیر جاہل کے کچھ ایسے ہی نیم ملا سے منشی تھے اس امیر کے نام کے ساتھ بہادر تو نہ لکھا بجا ور لکھ گئے دوسرے منشی جو اتفاق سے آئے تو اپنی فروغ کے لئے اس منشی کی یہ غلطی نکال کرلائے وہ امیر منشی اوّل پر بہت خفا ہوئے تو وہ منشی کیا کہتا ہے جناب عالی کمترین تو بغرض تعظیم آپ کو بجاد" بڑی "ے" سے لکھتا ہے یہ منشی چاہتا ہے کہ آپ کی قدر گھٹ جاوے بڑی "ے" کی جا چھوٹی "ہ" لکھی جائے امیر صاحب کو یہ جواب پسند آیا اور منشی ثانی ہی کو نکلوا دیا.

سو اس زمانہ کی قدر شناسی کچھ اسی قسم کی نظر آتی ہے، معنے موجب افضلیت تو کچھ ایسے برے لگتے ہیں کہ اعتراض پر اعتراض چلے آتے ہیں اور جو معنی کہ کہ موجب افضلیت نہیں بلکہ آثار موجبات افضلیت ہیں اور لوازم وجود موجبات افضلیت میں سے ہیں، ایسے مقبول، یہ مثال فقط در بارۂ عمدگی وغیر عمدگی معنیین اور قبول کمتر اور عدم قبول افضل ہے بجمیع الوجوہ مثال نہیں جو اس کو منجملہ تعریضات توہین مفسرین کبار قرار دے کر کوئی صاحب خم ٹھوک

ان دونوں معنوں میں مجھ سے پوچھئے تو فرق ظہر و بطن ہے جسکی طرف حدیث

لکل آیۃ ظہر و بطن[1]

مشیر ہے سو ظہر اور بطن میں اگرچہ اتنا فرق نہیں ہوتا جتنا بجادر اور بہادر میں ہے پر لاریب خوبی اور عدم خوبی میں شریک ہیں شل بجادر بری نہیں جو جہل علماء کبار پر دلالت کریں، ہاں بعد استماع معینین معنی اوّل پر بلے وجہ ہٹ کرنا البتہ اسی امیر کا سا بجادر کو تسلیم کر لینا اور بہادر کو رد کرنا ہے۔

خاتمیّت من کل الوجوہ کا ثبوت

مولانا! معنے مقبول خدام والا مقام کو اگرچہ معنے مختار احقر کے سامنے دربارۂ اثبات افضلیت کچھ نسبت ہے نہ کچھ مناسبت کیونکہ تاخر زمانی افضلیت کے لئے موضوع نہیں افضلیت کو مستلزم نہیں افضلیت سے اس کو بذات خود کچھ علاقہ نہیں اگر ہے تو بلحاظ امور دیگر ہے لیکن معنی مختار احقر سے باطل نہیں ہوتے ہیں ثابت ہوتے ہیں اس صورت میں بمقابلہ قضایا قیاساً معہا اگر منجملہ قیاسات قضایا ہا معہا معنے مختار احقر کو کہئے بلکہ اس سے بڑھ کر لیجئے صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدہم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی ہے جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالۃ مطابقی ثابت ہو جائیں اور اسی تقریر کو اپنا مختار قرار دیا ہے، چنانچہ شروع تقریر سے سو پہلی صورت میں تو تاخر زمانی بدلالت التزامی ثابت ہوتا ہے اور دلالت التزامی اگر دربارۂ توجہ الی المطلوب مطابقی سے کمتر ہو مگر دلالت ثبوت اور دل نشینی میں مدلول التزامی مدلول مطابقی سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ کسی چیز کی خبر تحقق اس کے برابر نہیں ہو سکتی کہ اسکی وجہ اور علت بھی بیان کی جائے اگر کسی شخص کو کسی عہدہ پر ممتاز فرمائیں تو اور امیدوار

[1] ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن

قبل ظہور وجہ ترجیح بیشک غل مچائیں گے اور بعد وضوح وجہ علت پر مجال دم زدن باقی نہیں رہتی اور تو حضرات ملائکہ نے فقط انی جاعل فی الارض خلیفۃ[1]

سنکر کیا کیا کچھ نہ کہا حالانکہ یہ قول کسی ایسے ویسے سے نہ سنا تھا خداوند عدل سے سنا تھا مگر بعد ظہور وجہ ترجیح۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم[2]

ہی کہے بنی خیر بات کہیں کی کہیں جا پڑی۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہئے منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے اور نبیوں کی نبوّت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا یہی وجہ ہے کہ ان کو دربارۂ نبوّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید کہا از بروئے تحقیق سب برابر ہو جاتے اور کسی کو کسی پر افضلیت نہ رہتی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی اور نبی کو ماننا پڑتا۔

چنانچہ بعد ملاحظہ عرض کمترین جو دربارۂ موجبات افضلیت بجوابات محذورات عشرہ میں لکھ چکا ہوں۔ یہ عقدہ انشاء اللہ تعالیٰ بشرط توجہ و انصاف و کار فرمائے فہم منحل ہو جائیگا۔ پھر معلوم نہیں آپ کو اتنا رنج کیوں ہے اس بات میں کونسا عقیدہ مسلم میرے قول سے باطل ہو گیا کون سا رخنہ دین محمدی میں پڑ گیا ہاں یوں کہئے میرے محاکمے سے عقیدۂ افضلیت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم درست و محکم ہو گیا مدعیان مساوات کلی کو جو بوسیلۂ اثر معلوم یہ دعوٰے تھا مجال دم زدن باقی نہیں رہی

[1] میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔
[2] تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے سکھایا ہے یقیناً تو جاننے والا اور حکمتوں والا ہے۔

ثبوتِ افضلیّت کیلئے حدیث و اجماع کی ضرورت

البتہ عرض احقر قبول نہ کیجئے تو پھر مدعیان افضلیت بعد اختیار خاتمیت زمانی بھی اس اثر کو باطل نہیں کر سکتی کیونکہ جملہ اسمیہ کی صدق کے لئے کچھ زمانِ حال ہی ایسے مواقع میں ضرور نہیں زمان ماضی بھی کافی ہے چنانچہ

"آدمُ کادمکم باشا اُ محمّدؐ افضل الکونین

وغیرہ جنکی موضوعات زمانہ ماضی میں تھی اور ان کی تسلیم میں کسی کو گنجائش انکار نہیں اس پر شاہد ہیں اور جب اثر مذکور باطل نہ ہوا تو پھر مدعی ششش امثال کا منہ روکنے والا کون ہے، ہاں یہ اثر ضعیف الاسناد ہو تو مدعیان افضلیت کو کہنے کی گنجائش تھی ۔

اب آپ خدا را بے رو دریا ہو کر فرمائیے آپ یا اور صاحب جو اس کمترین پر دانت پیستے ہیں اس شبہ کا جواب دے سکتے ہیں بلکہ ایسی صورت میں تو ملحدوں کو انبیاء سابقین اور اولیاء لاحقین میں سے جس کو چاہیں افضل کہنے کی گنجائش ہے کیونکہ تاخر زمانی، سے بالبداہت افضلیت ثابت نہیں ہو سکتی کوئی اور ایسی نص کلام اللہ میں موجود نہیں، جو موجود ہیں ان سے ثبوت افضلیت معلوم، اور اگر کوئی آیت ہو بھی تو مجھ کو توقع نہیں ہمارا آپ کا ذہن وہاں تک پہونچے۔ بجز اس کے کہ حدیث یا اجماع کی طرف رخ کریں اور کیا ہوگا۔

لیکن آپ جانتے ہیں مسئلہ رؤیہ اور مسئلہ تقدیر سے بڑھ کر یہ مسئلہ احادیث و اجماع اہل سنت سے ثابت نہیں ہو سکتا جب انہیں مسائل کا انکار ہو چکا ہو تو اس باب میں اجماع اور حدیث کی وہ لوگ کاہے کو سنیں گے بایں ہمہ کلام اللہ کا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کہنا ہی کیا ہوا۔ الغرض معنے مختار احقر سے کوئی عقیدہ باطل نہ ہو گیا بلکہ وہ رخنہ جو در صورۃ اختیار

تاخر زمانی و انکار و منع خاتمیت مرتبی پر پڑتا نظر آتا تھا بند ہو گیا پھر قیس پر خاتمیت زمانی بھی مدلول خاتم النبیین رہی البتہ دو شقوں میں سے ایک شق پر تو مدلول التزامی اور دوسری شق پر مثل انسان و فرس وغیرہ انواع حیوان یا مثل نجاستہ ظاہری و نجاست باطنی انواع رجس مدلول مطابقی، بایں ہمہ پھر آپ کیوں مجھ سے الجھتے ہیں یہ بات تو قابل شکر تھی نہ لائق شکایت ۔

اور اگر بالفرض طریقہ مختار احقر سے یہ مطلب ثابت نہ ہوا تھا تو کوئی عقیدہ باطل بھی نہیں ہوا تھا اگر کرتا تھا تو آپ کو افسوس، ناتمامی تقریب احقر کرنا تھا اور اگر بن پڑتا تو اتمام تقریب احقر ضرور تھا میں اب تک یہ حیران ہوں کہ مدعیان محبت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کس لئے بر سر پرخاش ہیں ؎

کیوں خون کے پیاسے ہو تم ایجان ہماری ۔ اپنا تو کبھی قطرۂ آنسو نہ بہا تھا

مولانا! عرض احقر اگر ناگوار ہوتی تو ان لوگوں کو ناگوار ہوتی جنھوں نے دلیل دعوائے امکان نظیر میں اس حدیث کو پیش کیا تھا اور غرض ان کی یہ تھی کہ منکر تو امکان ہی کے منکر تھے یہاں فعلیت موجود ہے بطور اعتراض ان کی دلیل بے کار ہو گئی ان کا شیخ چلی کا سا گھر بنا بنایا ڈھے گیا برا مانتے تو وہ مانتے لڑنے کو دوڑتے تو وہ دوڑتے آپ کے مکان کی کونسی اینٹ گر گئی تھی جو یہ دوڑ دھوپ ہے۔

مولانا! اس تقریر سے وجہ اختیار و اظہار و اخبار معنی مختار قاسم گنہگار آپ پر خوب روشن ہو جائیں گے اور انشاء اللہ تعالےٰ اب آپ شکر ہی کریں گے شکایت نہ کریں گے اور اگر اتفاقاً لغزش لفظی نہ ہوئی ہوگی تو نظر نہ کریں گے اصل مطلب کی صحت پر نظر فرمائیں گے کیونکہ مساحمات لفظیہ سوا خدا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کس سے نہیں ہوئی اور کس کس سے نہ ہونگی ہمہ داں نہیں ہیچمیداں ہوں دانا نہیں ناداں ہوں ہاں حضرت پیر دستگیر کی دستگیری اور

اور حضرت استاذ علیہ الرحمتہ کی کفش برداری کی بدولت کوئی ٹھکانے کی بات کبھی سمجھ میں آجاتی ہے۔

پر کیا کیجئے گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل ایسے اختلافات کے زمانہ میں جس میں ایک طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہاتھ سے جاتی ہے اور ایک طرف خدا کی اعجوبہ کاری کے سوا صحابہ کرامؓ اور محدثینؒ عظام بلکہ خود حضرت خاتم عالی مقام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب نظر آتی ہے اگر ایسے فیصلہ کی نہ کہئے تو دین میں رخنہ اہل دین کا نقصان اور اگر کہئے تو آپ سے عنایت فرمایوں سیدھی الٹی سنانے کو تیار ہیں جس سے عوام اہل اسلام کے نزدیک بات کا اعتبار گیا سو گیا اور ایک نزاع عظیم کھڑا ہو گیا جس سے کفار و اہل بدعت کو ہنسنے کا موقع ملا اور آپس میں بجائے محبت ایمانی اور عداوت نفسانی اور خلش شیطانی کھڑی ہو گئی۔ خیر بجز اسکے اور کیا کہئے

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ[1]

اس لئے اس دل آزردہ کو تحریر جواب نامہ خصوصًا جواب محذورات سامی سخت ناگوار تھا پر کیا کرتے ہیں دنیا بامید قائم فہم و انصاف اصل طبیعت انسانی ہے شاید وقت تعصب و سخن پروری نہ ہو اور سخن حق مقبول ہو جائے یہ دعا مانگ کر یہ

رَبَّنَا[2] لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ

بنام خدا جواب محذورات مندرجہ نامہ والا عرض کرتا ہوں پر اول محذورات سامی کو

---

[1] اللہ ہی مددگار ہے تمہاری تدبیروں کے مقابلے میں۔
[2] اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو زنگ آلود نہ کر دے ہدایت دینے کے بعد اور ہمیں اپنی رحمت کی پناہ میں لے یقینًا تو عطا کرنے والا ہے بے حساب۔

محذور اوّل

دوسرا خاتم النبیین ممکن ہے یا ممتنع بالذات و بالغیر

جو واقع میں ایک سوال ہے کوئی محذور نہیں خاتم کے معنے موصوف بالذات جو خاتم النبیینؐ میں آپ کے نزدیک راجح ہیں اور بمعنے آخر النبیین مرجوح پس ایسا خاتم النبیین جو مطلق انبیاء کا خاتم اور منبع فیض ہو دوسرا ممکن ہے یا ممتنع بالذات و بالغیر اسکی تصریح اس رسالہ میں نہیں اگرچہ [illegible] ہے کہ

"جب یہ معنے ٹھہرے تو سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہہ سکتے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممتنع ہے مگر تعیین بالذات یا بالغیر کے نہیں اور جو شق اختیار کریں اسکے معنی مرادی کی تصریح فرمادیں تاکہ حاجت استفسار کی نہ رہے واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات غیر مکتسب من الغیر کا سا حال نہ ہو کہ آپ نے معنی لغوی مراد لئے اور ہم اصطلاح اہل علم کے خیال میں رہے آپ نے من الغیر سے مراد من المخلوق رکھی ہم بقرینہ تشبیہ واجب الوجود عام سمجھے اس واسطے اصطلاح خاص پر مطلع فرمانا ضرور ہے

جواب

امکان و امتناع ذاتی اور امکان بالغیر

مولینا! بندہ کمترین امکان اور امتناع ذاتی کو باہم مقابل یک دیگر سمجھتا ہے پر امتناع بالغیر کو مقابل امکان نہیں سمجھتا بلکہ ممتنع بالغیر کو منجملہ ممکنات سمجھتا ہے اور کیونکر نہ سمجھے اوّل تو لفظ بالغیر ہی اس جانب مشیر ہے کہ امتناع ناشی عن الذات اور مقتضاء ذات نہیں اس صورت میں بالضرورت یہی کہنا پڑے گا کہ ایسی ممتنعات میں امکان ذاتی ہوتا ہے، کیونکہ اگر امکان بھی نہ ہو تو پھر ضرورت ہو اور ظاہر ہے کہ ماہیات ضروری الوجود پر امتناع کسی قسم کا عارض نہیں ہو سکتا دوسرے ممتنعات بالغیر ممکنات ذاتی نہ ہوں گی تو منجملہ ضروریات ذاتی یا ممتنعات ذاتی ہوں گے بہرحال ممتنع بالغیر کہنا کسی طرح درست نہ ہوگا۔ جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سنئے کہ۔

یہ کمترین اتیان محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نظیر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو بجمیع الوجوہ مساوی فی المراتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر سمجھتا ہے اور امکان سے یہاں وہی امکان مراد لیتا ہے جو ممکنہ خاصہ میں مراد ہوا کرتا ہے۔

الحاصل جو ماہیت ایسی ہو کہ اس میں اور وجود میں نسبت امکان خاص ہو اس کو ممکن بامکان خاص سمجھتا ہوں اور جو ماہیت ایسی نہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں اور وجود میں نسبت ایجابیہ ضروریہ ہوگی یا نسبت سلبیہ ضروریہ یعنی ضرورت اوصاف سلب میں سے نہ ہو بلکہ مسلوب ہو۔ پہلی قسم کو اقسام واجب میں سے سمجھتا ہوں دوسری قسم کو اقسام ممتنع میں سے باقی انحصار نسب ان تین قسموں میں ایسا نہیں جو کوئی اہل علم متامل ہو ہے

موجہات باقیہ جن سے بظاہر انحصار مذکورہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ بغور دیکھئے تو انہیں اقسام ثلٰثہ کی طرف راجع ہیں۔

ضرورت ایجابی و سلبی

اسلئے اس باب میں گفت و شنود تطویل لاطائل سمجھ کر اور بات عرض کرنی مناسب جانتا ہوں اگرچہ یہ بھی خوف ہے کہ جتنی کلام بڑھتی ہے اتنا ہی اندیشہ انگشت نہادن اور خوف مخاصمت بڑھتا ہے وہ بات یہ ہے کہ

ضرورت ایجابی کی تین قسمیں ہیں :۔

ایک[1] تو حمل اوّلی تام یعنی محمول بعینہ موضوع ہو جیسے فرض کر و دیگر دیکھیے،

دوسرے[2] حمل اوّلی ناقص جیسے الانسان حیوان کہتے ہیں حیوان انسان میں مندرج ہے اور انسان حیوان کو متضمن اسلئے بالمعنے الانسان حیوانٌ کے ساتھ الحیوان حیوان بھی کہا جاتا ہے۔

تیسرا[3] حمل مستلزم حمل اوّلی جیسے حمل لوازم ذات بالمعنے الاخص میں ہوتا ہے اسلئے کہ اس حمل میں اگر امکان خاص کو رسائی ہو تو سلب لوازم ممکن ہو اور انفکاک لوازم ذات درست ہو۔ بالجملہ یہاں بھی وہی حمل اولی ہے اور وجہ اسکی وہی ہے کہ لوازم ذات بالمعنی الاخص ناشی عن الذات ہوتی ہیں اور صادر من الذات اور ظاہر ہے کہ مصدر میں کنہ صادر کا ہونا ضرور ہے، ہاں بعد درجۂ اطلاق و قید نقصان و تنزل جو لوازم ذات مذکورہ میں بہ نسبتہ ذات ملزوم ہوتی ہے البتہ لوازم ہی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے ملزوم میں نہیں ہوتی اور اس وجہ سے وہ وہ اسماء جو درجۂ ناقصہ کے لئے بشرط نقصان موضوع ہوتی ہیں درجہ مندمج فی الذات پر نہیں بول سکتے۔

مثلاً دھوپ بھی ایک ذرہ نور ہے مگر علی الاطلاق نور کو نہیں کہتے بلکہ اس نور کو کہتے ہیں جس میں نقصان معلوم بھی ملحوظ ہوتا ہے یعنی وہ مرتبہ نقصان جو بوجہ قرب زمین و اختلاط شائبہ ظلمت زمین لاحق ہوگیا ہے دھوپ کے مسمے میں ملحوظ ہے مگر بوجہ لزوم وہ اتحاد معلوم ہے جو بعد طرح نقصان لاحق مشہود ہوتا ہے اور در حقیقت اصل مسمے وہی ہے اگرچہ نقصان لاحق بھی ملحوظ ہو

اس صورت میں وقت سلب اوّل اس مسمٰے پر سلب عارض ہوگا کیونکہ سلب نسبتہ ایجابیہ کا ہوتا ہے اور ایجاب اسی مرتبہ اتحاد کے ساتھ متصور ہے مرتبہ نقصان میں خود ثمرۂ سلب ملحوظ ہے اسکا سلب متصور نہیں اور اگر متصور ہے تو مرتبہ عنوان ہی میں متصور ہے مرتبہ معنون میں متصور نہیں اور اگر معنون ہی کہیئے تو معنون خارجی اور واقعی نہیں ہوتا۔

الغرض سلب لازم ذات مذکورہ سلب ملزوم کو مشتمل ہے اور ایجاب لازم ایجاب ملزوم کو مشتمل اس صورت میں پھر وہی زید زید اور زید لیس بزید کا قصہ ہو جائے گا۔ اور اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ حمل لازمی بالمعنے الاعم بھی اسی حمل کے ساتھ ملحق ہے ۔

الغرض یہ تین حمل تو مورد ضرورت ایجابیہ اور ان تینوں کا سلب مورد ضرورۃ سلبیہ اوّل مادہ وجوب دوسرا مادہ امتناع مگر مورد ضرورت سلبیہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ سلب ضروری السلب ہے سو ان تین اور ان تین کے اور سب مواد امکانی ہیں ۔

مگر ہاں کہیں باوجود مورد امکان ہونے کے ان چھ حملوں میں سے کوئی نہ کوئی حمل لاحق ہو جاتا ہے سو اگر وہ حمل ایجابی ہوتا ہے تب تو ضرورت اور وجوب بالغیر عارض ہو جاتا ہے اور اگر حمل سلبی ہوتا ہے تو امتناع بالغیر اور وجہ اس انحصار کی کہ تین حمل ایجابی مورد ضرورۃ اور مادہ وجوب ہے اور تین حمل سلبی مادہ امتناع اور سوا ان کے اور سب مواد امکان خود اسی تقریر سے تھوڑے سے تامل کے بعد روشن ہو جاتی ہے ۔

کیونکہ جب محمول نہ عین موضوع ہو اور نہ جزو موضوع نہ لازم ذات موضوع بالمعنی الاخص تو نہ اقتضاء حمل ایجابی ہوگا نہ انکار حمل سلبی ہوگا جب وہ وہ نہ ہوگا جب وہ وہ نہ منع الجمع ہوگا نہ منع الخلو یہ باتیں اگر ہوتی ہیں تو بالذات تو موارد مذکورہ میں اور بالعرض ان موارد امکانی میں جہاں حمل امکانی کو حمل ایجابی یا حمل سلبی مشار الیہ عارض ہو جائے ۔

بالفرض توضیح ایک دو موقع مواقع مشتبہ میں سے ذکر کر کے بتلائے جاتا ہوں کہ یہ کس قسم میں سے ہیں اور یہ کس قسم میں سے ہیں حجر و شجر میں منع الجمع ذاتی ہے اس لئے کہ بعد غور دیکھئے تو الحجر شجر میں سلب حمل اوّلی ناقص ہوتا ہے اس لئے کہ نفی شجریتہ اسم حجر میں ماخوذ ملحوظ ہے اور یہ نہ ہو تو پھر تمیز ہرگز متصور نہیں اور کسی اور نبی کا بعد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا مورد امتناع بالغیر اس لئے کہ وہاں کوئی نفی پہلے ماخوذ نہیں جو یہ خرابی لازم آئی ۔

ہاں سوا اسکے ایک اور صفت مسلمہ کی نفی لازم آتی ہے جس سے وہی سلب الشئی عن نفسہ لازم آتا ہے سنئے ۔

حجر و شجر میں باہم حمل جو ممتنع ہے تو اس وجہ سے ممتنع ہے کہ اسم حجر اپنی مسمے کے لئے ممیز عن الغیر ہے اور اس بات کو ضرور ہے کہ بالاجمال اوروں کی نفی ملحوظ ہو اس میں شجر ہو یا کوئی اور سو بعد لحاظ نفی شجریت اگر ایجاب شجریتہ ہوا تو الشجر لیس بشجر کا اقرار لازم آئے گا علیٰ ہذا القیاس حیوان اور لاانسان میں جو باہم منع خلو ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ لاانسان اور ما ورا انسان سب کو شامل ہے اور حیوان انسان اور نیز اور انواع کو شامل ہے اس صورت میں اگر خلو تجویز کیا جائے تو یہ معنی ہوں کہ نہ حیوان ہے اور نہ لاانسان ہے مگر جب یوں کہا کہ لاانسان نہیں تو یہ معنی ہوئے کہ انسان ہے اور انسان کہنا خود مستلزم اقرار حیوانیت ہے سو وہی قصہ پھر ہوگیا الحیوان لیس بحیوان۔

اب قصہ وجود نبی آخر الزمان سنیئے اگر خداوند کریم یوں کہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو اب اگر کوئی نبی مساوی یا افضل یا کمتر پیدا ہو تو کذب خداوندی لازم آئے اور خداوند کریم کی نسبت چونکہ صادق القول ہونے کا اقرار ہے تو در صورت تولد نبی دیگر بعد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعوذ باللہ کذب خداوندی کا تسلیم کرنا بھی ضرور ہے اور پھر وہی الصادق لیس بصادق کہنا لازم آئے گا بالجملہ یہاں موضوع یا محمول جانب ایک دوسرے کی نفی اور اس کا سلب ماخوذ اور ملحوظ نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگر مثلاً نبی ہو جاتے تو نبی کہنا درست ہوتا۔ اور عمرؓ نبیؐ میں وہ خرابی لازم نہ آتی جو الحجر شجر میں لازم آئی تھی اور حضرت عمرؓ کو جانے دیجئے اور کوئی شخص پیدا ہوتا اور وصف نبوت اسکو عطا ہوتا تو یہ خرابی ہرگز نہ تھی جو الحجر شجر میں ہے۔

ہاں ایک اور حمل مباین ہذا نبیؐ کی جو نفی حد ذاتہ ضروری ہے غلط ہو جاتا وہ کیا ہے اللہ صادق یا علیم بالوقائع الآتیۃ سو حمل نبوت علی احد بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو ممتنع ہوا ہے تو بوجہ لزوم صدق الصادق لیس بصادق یا العلم لیس بعلیم کے ممتنع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امتناع حمل ہذا نبی میں مکتسب من الغیر ہے اور وہ عیز اعنی الصادق لیس بصادق ممتنع بالذات۔

اس تقریر کو لکھ تو دیا ہے پر بایں وجہ کہ یہ ایک تقریر نئی ہے ابناء روزگار سے اندیشہ رد و قدح جسقدر ہے اسکو میرا جی ہی جانتا ہے پر فقط بامید انصاف و کار فرمائے ذہن صاف و شفاف آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہے مناسب سمجھ کر۔

"گر قبول افتد زہی عز و شرف"

موصوف بالذات اور واسطہ فی العروض کے معنی مرادی!

باقی رہا یہ ارشاد کہ موصوف بالذات اور واسطہ فی العرض کے اطلاق میں میں نے معنی لغوی مراد لئے معنے اصطلاحی مراد نہیں لئے۔

اوّل تو ارشاد میرے نزدیک مسلم نہیں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے معنی اصطلاحی کے سمجھنے میں خطا کھائی ہو بلکہ میں تو یوں دیکھتا ہوں کہ متاخرین معقولی بھی تعیین مراد متقدمین میں غلطا کرتے ہیں فہم مراد حصول الاشیاء بانفسہا بلکہ حصول الاشیاء باشباحہا میں یہی قصہ نظر آتا ہے مگر چونکہ آپ نے معانی اصطلاحیہ کا کچھ ذکر نہ فرمایا تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا شاید ایسا ہی ہو آخر یہ تو مسلم کہ میرا حال باوجود ہیچمدانی کے بہ نسبت کتب کے ایسا ہے جیسے خالی ہاتھ سپاہی کو بہ نسبۃ ہتھیاروں کے یعنی جیسے اس کے لئے ہتھیار ضروری اور سامان کارگذاری ہیں ایسے ہی علماء کو اور طلباء کے لئے کتب ضروری سو جیسے وہاں ہتھیاروں کے نہ ہونے سے خرابی پیش آتی ہے ویسے ہی یہاں بھی مگر جیسے جانوروں کے ہتھیار ان کے نوک پنجے ہوتے ہیں ایسے ہی اس حیوان لا یعقل کی کتاب بھی اپنا خیال اور قلم اور زبان ہے۔

بہر حال ممکن ہے کہ اطلاق الفاظ معلومہ میں موافق قانون اصطلاح میں نے غلطی کھائی ہو اس بات کو میں اپنی نسبت بہت قریب الوقوع سمجھتا ہوں لیکن اہل انصاف و فہم کو مطالب کی صحت و سقم پر نظر ہوتی ہے الفاظ کی صحت و سقم پر نظر نہیں ہوتی قصۂ صاحب ناقۂ گم گشتہ جس نے بعد آجانے ناقۂ سواری کے جو وہی ناقۂ بار برداری بھی تھی شکرانۂ الٰہی میں یہ کلمہ کہا تھا۔

الٰهی انت عبدی وانا ربك او كما قال[1]

آپ کو یاد ہی گا خدا تعالےٰ کے یہاں ایسی بڑی غلطی بوجہ صحت مطلب قابل عفو ہے
تو آپ اتنی غلطی پر کیا نظر فرماتے ہیں کہ بجائے معنی اصطلاحی معنی لغوی کیوں مراد لئے
ہاں یہ فرمایئے کہ اصل مطلب تو صحیح رہا اگر اصل صحیح ہے تو پھر آپ کو کیا انکار ہے
اور یہ ارشاد کہ آپ نے من النبی سے مراد من المخلوق رکھی ہم بقرینہ تشبیہ واجب
الوجود عام سمجھے اس ہیچمدان کو موجب حیرت ہے مولینا ایسی تشبیہات میں یہ دھوکے
ہیں تو اب آیت:

مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ[2]

سے یوں ہی سمجھے ہوں گے کہ کسی طاق میں ایک فانوس ہے اس میں نعوذ باللہ خداوند
عالم رونق افروز ہیں علیٰ ہٰذا القیاس آیت:

ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ[3]

سے یہی سمجھے ہوں گے کہ خدا اور بندوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا آقا اور غلام میں ہوتا
ہے مولینا! آپ انصاف تو فرمائیں کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا بھی ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو مستغنی عن اللہ وعن صفاتہ سمجھے اور اگر بالفرض کوئی ایسا ہوگا بھی تو انہیں لوگوں
میں ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امتناع نظیر میں نظیر خداوندی سمجھتے ہیں آخر یہ
قول بھی تو اسی کی جانب راجع ہے آپ کو جیسے اس مثال سے یہ دھوکا ہوا تھا ایسے ہی مثال
آفتاب کو دیکھ کر جو پاس ہی لگی ہوئی ہے اس شبہ کو مٹا لینا تھا اور یہ بھی نہ سہی یہ عرض

---

[1] یا الٰہی تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب او کما قال (العیاذ باللہ)
[2] اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک فانوس ہو اور اس میں ایک چراغ ہو اور چراغ شیشے میں رکھا ہوا ہو
[3] تمہارے لئے تم میں سے ہی مثال بیان کی کیا تمہارے لئے وہ لوگ ہیں جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں (یعنی غلام باندی)

کہ ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی ہیں اس اشتباہ کے مٹا دینے کے لئے کافی
تھی کیونکہ ہم تو آپ کو چھوڑ کر آپ کی نظیر کو بھی ممکن ہی سمجھتے ہیں واجب اور ممتنع نہیں سمجھتے
والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

ہمارا تو یہ عقیدہ ہے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ[1]

بعد اس عرض معروض کے گذارش یہ ہے کہ

آپ نے فقط اتنا ہی سوال کیا ہے کہ نظیر نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو کیا سمجھتا ہے
ممکن یا ممتنع بالذات یا ممتنع بالغیر دلیل نہ آپ نے پوچھی نہ میں نے بیان کی البتہ تمیز امتناع
و امکان کو مرتبہ بداہت تک پہنچا دیا ہے چنانچہ تحقیق امتناع و امکان و ضرورت کو اور نیز
بعضے جوابات سابقہ کو اگر بغور آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ در بارۂ امکان ذاتی
نظیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو شبہ نہ رہے گا۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ
وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ[2]

محذور ثانی

انبیاء تحتانی میں خاتمیت اضافی بھی ثابت نہیں ہو سکتی

خاتمیت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آیت خاتم النبیین سے
بعبارۃ النص ثابت ہے اور منبع فیض جمیع انبیاء سابقین ولاحقین ہونا آیت:

---

[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔
[2] اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے اے ہمارے اللہ ہمیں وہ ہدایت دے جو تیرے نزدیک ہے اور وہ عافیت دے جو تیرے نزدیک عافیت ہے۔

وَاِذْاَخَذْنَا مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ[1]

اور حدیث

عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ[2]

سے آپ کے نزدیک دلالۃً یا اشارۃً سمجھا گیا بر تقدیر تسلیم اس مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم بمعنے منبع فیض جمیع انبیاء سابقین ولاحقین کے جو مدلول اولین وآخرین کا ہی ہیں جیسے کہ خاتم بمعنی منبع آخر الانبیاء کے بھی ہیں جو مدلول مطابقی خاتم النبیین کا اور آپ کے نزدیک مرجوح ہے اور آپ کا اقرار ہے کہ اس معنے میں کسی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مماثل نہیں کہہ سکتے پس صاف ظاہر ہے کہ مماثلت مطلقہ جو مدلول اثر ابن عباس رضی مخالف مدلول آیت و خاتم النبیین ہے پس سوا مبتدع کس مسلمان کو جرأت ہے کہ کسی نبی کو مماثل خاتم مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کا کہے۔

اور آپ انبیاء تحتانی میں جو خاتمیت اضافی ثابت کرتے ہیں اوّلًا تو ثابت ہی نہیں ہوسکتی اس لیئے کہ مثلہن کا صحت اطلاق کے واسطے مماثلت فی العدد و فی التباعد فی العمارۃ و فی نزول الامر بینہن ہونا کافی ہے حاجت اثبات انبیاء کی بھی نہیں چہ جائے کہ خاتم ہوں اس واسطے کہ اگر آسمانوں میں انبیاء اور خاتم ہوں تو زمینوں میں بھی ثابت ہوتے ہیں جب کہ نہیں پس نہیں۔ ثانیًا اگر خاتمیت اضافیہ ثابت بھی ہو تو متنازع فیہا نہیں جو لوگ نظیر و مماثل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ممتنع کہتے ہیں وہ مماثل فی الخاتمیت مراد لیتے ہیں ان کے مقابلہ میں یہ صرف نام کی خاتمیت اور زمینوں میں ثابت کرنا کیا نفع دیتا ہے بجز اس کے کہ مدعیان امکان مماثل بل تحقق نظیر پھولے

[1] اور جب ہم نے عہد لیا نبیوں سے۔
[2] مجھے اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا گیا ہے

نہ سمائیں کہ ہمارے مولوی صاحب نے چھ خاتم نظیر ایسے کہ مدعیان امکان مماثل ثابت کر دیئے بحکم آنکہ الغریق یتعلق بکل حشیش اگرچہ دل میں تو سمجھیں گے کہ نظیر ہونا تو کیا خاتم اضافی ہونا بھی ابھی ثابت نہیں ہوا اگر غنیمت ہے سر اٹھانے کو تو بگہ ملی انسو تو پوچھ گئے اگرچہ خوبی تو اس میں تھی کہ مثلہن بھی کلام الٰہی تھا اپنی اطلاق پر رہتا اور مماثلۃ مطلقہ ثابت ہو جاتی مگر کیا کیجئے شاید مولوی صاحب تکفیر مخاصین سے ڈرتے ہیں۔

جواب

خاتمیت اضافی کے ثبوت اور امکان نظیر کے بغیر افضلیت محمدی کا ثبوت مشکل ہے

یہ اعتراض فقط اعتراض ہی نہیں عتاب بھی بہت کچھ ہے مولینا! اس تقریر طویل میں اعتراض تو فقط اتنا ہے کہ اثر معلوم مماثلۃ مطلقہ کا خواستگار ہے اور اس کا قائل بجز مبتدع اور کوئی نہیں ہوسکتا مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی مگر تماشہ ہے تعریض ابتداع تو اس نابکار پر ہو اور وجہ ابتداع کو آپ ہی اس نابکار سے سلب کرتے ہیں، اے حضرت! اس صورت میں اس تعریض کا کیا محل تھا اگر فرمانا تھا تو یوں فرمانا تھا کہ مقصود قاسم ہیچمدان اور یہ اثر باہم متخالف ہیں مولینا! غصہ سے کام نہیں چلتا ذرا انصاف کے وقت خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر میری اس تقریر کو جو در بارۂ تحقیق تشبیہ جواب[1] محذور خامس منجملہ محذورات عشرہ میں لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ تعالےٰ یہ خلجان دل سے نکل جائے گا اور اگر تس پر بھی وہی مرغی کی ایک ٹانگ چلی جائے تو آپ تصحیح تشبیہ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ

[1] کتاب ہذا پر ملاحظہ فرمایئں۔
[2] اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک فانوس ہو اور اس میں چراغ ہو۔

کے لئے تیار ہوں ہیں مولینا! برائے خدا انصاف کو کام فرمایئے اور یوں ہی بے تحقیق اعتراض نہ جڑیئے اصل اعتراض کا جواب تو لکھ چکا۔

مگر دوسرا اعتراض جو بطور ردمچی اسی محذور میں ہے یہ ہے کہ اگر خاتمیت اضافی ثابت بھی ہو جائے امکان نظیر متنازع فیہ پھر بھی ثابت نہیں ہو سکتا سو اسکے جواب کی کچھ حاجت نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ میں نے یہ رسالہ اثبات امکان نظیر کے لئے نہیں لکھا جو آپ یہ قدح فرمائیں مولینا! وجہ اس تحریر کی آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اگر معنے مراد احقر مراد نہ لئے جائیں تو پھر نہ ثبوت افضلیت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام اللہ سے ہوتا نظر آتا ہے اور نہ اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تغلیط کر سکتے ہیں اور جو یہ بات ہے تو مدعیان شش امثال کا جو بجمیع الوجوہ مساوات کلی کا دعوے کرتے ہیں منہ کوئی نہیں بند کر سکتا یا یوں کہئے کہ محدث ابن کثیر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بلکہ خود خیر الناس کی تکذیب کا کھٹکا ہے بلکہ تکفیر کا در پردہ اشارہ ہوگا۔

باقی آپ کے عتاب کا جواب کیا لکھوں کسی کا یہ شعر پڑھے دیتا ہوں ؎

آہ تسلیم پہ یوں آپ نے گردن مارا
حال کیا کرتے اگر کوئی خطا ہو جاتی

مولینا! اگر نظیر ممتنع آپ کے نزدیک فقط وہی ہے جو آخریتہ زمانی میں بھی شریک ہو تو ہمیں بھی اس کے کہنے کی گنجائش ہے کہ یہ متنازع فیہ نہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باستثناء آخریتہ زمانی جو واقعی کوئی کمال منجملہ متممات ذات یا منجملہ صفات وکمالات نہیں اور سب طرح کی مساوی کو آپ ممکن جانتے ہیں سو بحمد اللہ آپ ہمارے ہی ہم صفیر نکلے کیونکہ ہمارا بھی یہی مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دربارۂ کمالات اگرچہ بمقابلہ کائنات لاثانی ہیں اور بلحاظ وعدہ کوئی آپ کا ثانی نہ ہوا ہے نہ ہو مگر خدائے قدیر

کو ایسے صاحب کمال کا ثانی بنا دینا کچھ دشوار نہیں بلکہ اس کی قدرت لا انتہا کے سامنے ایسے ایسے افراد غیر متناہی کا بنا دینا ایسا ہی آسان ہے جیسا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیدا کرنا۔

وما مسنا من لغوب

مولینا! مدعیان امتناع کے لئے آپ کی اس شد و مد سے بحیثیت تاخر زمانی نظیر خاتم زمانی کو ممتنع ذاتی لکھنا اور معتقدوں کے حق میں بحکم آنکہ الغریق یتعلق بکل حشیش دربارۂ امتناع ایک دستاویز رجسٹری شدہ ہوگی جامہ میں پھولے نہ سمائیں گے گلی کوچہ میں کہتے پھریں گے ہمارے مولینا نے امتناع نظیر ثابت کر دیا اگرچہ دل میں تو سمجھیں گے کہ ثابت ہونا کجا عدم وقوع بھی ابھی ثابت نہیں آخر اثر عبد اللہ بن عباس موجود ہے جملہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم موافق تقریر گذشتہ بمعنی خاتم المراتب معارض ہے نہ بمعنی آخر النبیین معارض پھر تس پر مولینا عبد العزیز کے نزدیک تشبیہ مساوات کلی پر دال مگر غنیمت ہے سر اٹھانے کو جگہ ملی آنسو تو پوچھ گئے اگرچہ خوبی تو اس میں تھی کہ خاتم النبیین کلام الہی ہے بمعنے خاتم المراتب لیتے جو اپنے اطلاق پر رہتا اور بظاہر دربارۂ کمالات مساوات ممتنع نظر آتی اگرچہ امتناع کجا اور حسب ارشاد مولوی عبد العزیز صاحب بوجہ دلالت تشبیہ نبی کنبیکم مساوات مطلقہ پر اثر ابن عباس بھی بظاہر باطل ہو جاتا اگر بطلان کجا مگر شاید مولوی صاحب بوجہ لزوم انکار قدرت الہی تکفیر مخاصمین سے ڈرتے ہیں

مولینا! آپ کے کلام سے کچھ ایسا مترشح ہے کہ آپ نظیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دربارۂ کمالات ممکن سمجھتے ہیں خیر اس کا جواب تو یہ ہے کہ شکر بدہان تو جزاک اللہ کار انصاف یہی ہے ہاں نظیر میں اگر خاتمیت زمانی بھی ملحوظ ہو تو پھر آپ اس کو ممتنع بالذات سمجھتے ہیں سو اگرچہ ہم کو بھی اس سے کچھ مطلب نہیں۔

تناظر کے لئے تعدد ضروری ہے

لیکن اگر برا نہ مانئے تو یہ گذارش ہے کہ تناظر کے لئے تعدد تو ضروری ہے بجمیع الوجوہ وحدت کو اس سے علاقہ نہیں اگر بجمیع الوجوہ واحد مطلوب ہے تو اس کو نظیر کیوں کہتے ہو اس کا ماحصل تو یہ ہوگا کہ جزئی متعدد نہیں ہو سکتی سو اس میں کسی کو کلام نہیں اگرچہ بایں خیال کہ اہل تحقیق کے نزدیک جزئی میں بھی تکثر انطباقی ممکن ہے تکثر انقسامی ذہنی اور یہی وجہ ہے کہ جزئی واحد اذہان کثیرہ میں بذات خود حاصل ہو سکتی ہے اور اسی بناء پر باوجود تجدد امثال وحدۃ جزئیہ نہیں جاتے ہاں یوں کہئے کہ اس تکثر کے مقابلہ میں بھی جو وحدۃ ہو وہ بھی مطلوب ہے۔

مگر ہاں یہ گذارش ہے کہ جب بحث تناظر ہے اور تعدد لازم تناظر کی اجازت ہے تو اس قسم کا نظیر تو خاتمیت زمانی میں بھی ممکن ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ خاتمیت زمانی ہو یا مرتبی بہر حال ایک اضافت بین الخاتم والمختوم ہے اور اضافت کے تحقق کے لئے جو کچھ تحقق متضائفین اور منتسبین ضرور ہے تو بالضرور تناظر نسبت میں تناظر منتسبین بھی ضرور ہوگا ورنہ تناظر نہ ہوگا وحدۃ ہوگی اس لئے کہ بین البتین نسبت واحد ہوا کرتی ہے دو نہیں ہوتی ایک قضیہ میں ایک ہی نسبت کی گنجائش ہے سو اگر قضیہ واحدۃ میں نسبت متعدد مطلوب ہیں تو یہ طلب تو ایسے ہے کہ کسی جزئی کو متعدد کرنا چاہیں اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ساتھ یہ کمال مخصوص رہے گا اور کچھ اس میں تعظیم نکلے گی اور نہ اس میں شور امتناع کی کچھ حاجت اس کا منکر ہی کون تھا یہ بات تو عام علماء میں مسلم تمام عوام کے نزدیک محقق اگرچہ وہ کثرت جس پر تجدد امثال دلالت کرتا ہے تمام جزئیات میں موجود اور اس وجہ سے امکان امثال جملہ ممکنات خواہ سید الکائنات

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں یا کوئی اور ثابت۔

اور اگر نظیر بمعنی اصلی مطلوب ہے تو سنئے بعد لحاظ خاتمیت زمانی بھی نظیر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن ہے اور اگر اب بھی ممتنع ہے تو یوں کہو خدا تعالیٰ ایسا عالم اور کوئی نہیں بنا سکتا تو ہمارا تو ایسے خدا کو سلام ہے آپ کا خدا ایسا عاجز خدا ہوگا۔

باقی رہا وعدہ سو اس کا حال آپ کو معلوم ہی ہو چکا کہ اسکی وجہ سے امتناع نظیر عالم ہو یا امتناع نظیر نبوی خاص صلی اللہ علیہ وسلم امتناع بالغیر ہی ثابت ہوتا ہے امتناع بالذات ثابت نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو بیان فرمایئے۔

اور اگر بوجہ گذر جانے زمانہ کے یہ خیال ہے کہ اب نظیر حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہو سکتا تو یہ امتناع بھی امتناع بالغیر ہے بالذات نہیں آخر وقت گذشتہ تو یہ امتناع نہ تھا ابھی یہ بات قدرت سے خالی ہو گئی اور اگر اسی قید کے ساتھ مطالبہ دعوی امتناع ذاتی ہے تو اس کا کیا جواب ہے کہ زمانہ بھی منجملہ ممکنات ہے اور مثل دیگر ممکنات حادث اس میں بھی اسی تجدد امثال کی گنجائش ہے اور یہ پہلی معروض ہے ہو چکا کہ تناظر میں وحدت نہیں ہوتی تعدد ہوتا ہے اور اگر بعد ازیں پھر وہی قید ہے تو ہماری طرف سے بھی وہی جواب ہے اگر یہ ہے تو تناظر نہ رہے گا وحدت ہو جائے گی اور یہ بھی نہ سہی زمانہ حادث بھی ہوگا تو اس کا مثل اگر دوسرا زمانہ ہو تو وہ مصحح تناظر ہوگا ہاں امتناع نظیر زمانہ ثابت کیجئے تو البتہ کچھ بولنے کی گنجائش ملے یا قدم وجوب زمانہ ثابت ہو تو بات ٹھکانے لگے۔

مولینا! اس کلام کو غور سے دیکھئے گا سرسری بات نہ سمجھئے گا اضافات بین الظرف والمظروف کا بھی وہی حال ہے جو اور اضافات کا۔

اضافت علم الی الاوّلین والآخرین کا صحیح مفہوم

اب اور سنئے مولینا! آپ فرماتے ہیں برتقدیر تسلیم الخ یہ کلمہ تضعیف استدلال احقر کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے مگر آپ نے وجہ تضعیف کچھ ارشاد نہ فرمائی اگر اعتراض اور تضعیف کو دل چاہتا تھا تو اوّل وجہ تضعیف بیان فرمائی تھی پھر برتقدیر تسلیم کہنا تھا مگر شاید آپ کے جی میں یہ ہو کہ اضافت علم الی الاولین والآخرین اضافت مصدر الی المفعول ہے الی الفاعل نہیں۔

مگر احقر نے جو رسالہ تحذیر میں شروع تقریر متعلق علمت علم الاوّلین الخ یہ قید لگائی تھی کہ یہ ارشاد بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے اسی غرض سے لگائی تھی کہ مدعیان علم غیب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث میں بوجہ قصور نظر یا قلت توجہ یا شدت تعصب باوعاد اضافت مصدر الی المفعول تحریف معنوی کرتے ہیں مگر چونکہ اس وقت تخصیص ذوی العقول بے فائدہ ہو جائے گی ادھر اور نصوص اسکے مخالف تو بالضرور اضافت مصدر الی الفاعل محقق ہوگی اور انواع علوم مراد ہوں گی چنانچہ فحوائے تقریر تحذیر اس جانب مشیر ہے بایں ہمہ صفحہ سوئم سطر پنجم میں ان تقریروں کو بعد ادعا کے خاتمیت مرتبی یوں شروع کیا ہے۔

"اور یہی وجہ ہے کہ بشہادۃ آیت اذ اخذنا الخ"[1]

الغرض ان تقریروں کو بطور شاہد ذکر کیا ہے دلیل انحصار معنی مختار نہیں سمجھا سو برتقدیر تسلیم تضعیف حضرت اپنا کچھ نقصان نہیں وجہ ثبوت معنی مختار فقط دلالت

[1] ملاحظہ ہو تحذیر الناس ص ۹ مطبوعہ مکتبہ قاسم العلوم کراچی ۱۹۷۶ء۔

سیاق و شہادۃ استدراک اور ظہور افضلیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پاس تبیاناً لکل شیء ہونا قرآن شریف کا اور سد باب ادعاء مساوات کسی کے حق میں کافی ہے

خاتمیت کی تخصیص کی وجہ!

باقی دربارہ ثبوت خاتمیت اضافی آپ جو یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اول ثابت نہیں اسلئے مثلہن کے صحت اطلاق کے واسطے مماثلت فی العدد و فی التباعد و فی نزول الامر کافی ہے الخ حضرت یہ تو محض تحکم بے جا ہے کہ اطلاق مماثلت مثلہن ان تین چار باتوں سے ثابت ہو جاوے انصاف یہ ہے کہ جیسا بندۂ کمترین نے رسالہ تحذیر الناس میں عرض کیا ہے باستثنار مماثلۃ ماہیت ولوازم ومناسبات ماہیۃ وتشخصات ممیزہ اور سب باتوں میں مماثل ہوں تین چار کی قید کا کیا کام ہے یہ تقید ہوگی تو اطلاق کیوں رہے گا ورنہ ہم تو نہیں لکھتے پر کہنے والوں کو کس نے روکا ہے خاتمیت زمانی کو بھی اس زمین کے ساتھ مقید کر لیں گے۔

اور تخصیص کی یہاں وجہ یہی ہے کہ اگر آپ اخیر نہ ہوتے تو نسخ افضل بالادون لازم آتا یا اتباع افضل للادون اور مفصل لکھ چکا ہوں پر آپ کو وجہ تخصیص بالمماثلۃ الاربعۃ کیا پیش آئی ہاں یوں کہئے کہ ایسا ثبوت نہیں جو قابل وجوب و فرضیت واعتقاد ہو سو یہ بات بھی پہلے ہی تحذیر الناس میں لکھ چکا ہوں کہ تکلیف عقیدہ نہیں دے سکتے اعتبار نہ ہو تو صفحہ ۳۰[2] کو دیکھ لیجئے۔

اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جب کہ نہیں پس نہیں مولینا! اوّل نہیں کی کوئی دلیل بیان نہ فرمائی دعوٰے بے دلیل کو کیونکر تسلیم کیجئے مولینا! اگر لفظ نبی سے بحث ہے تو اس باب میں تو آپ اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے کہ ہونے کا ثبوت نہیں، عدم ثبوت

[2] تحذیر الناس مطبوعہ مکتبہ قاسم العلوم کراچی ص

کا دعوے تو جب زیبا تھا کہ کوئی آیت یا حدیث ہوتی یا خود آسمانوں کی سیر کر کے افلاک کا جغرافیہ بنایا ہوتا۔

اور اگر معنون سے غرض ہے تو فرمائیے تو سہی یہ نفی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے کیا رسل ملک پر آپ کو ایمان نہیں کتب عقائد دیکھئے ایسی غلطی نہ کھائیے اس صورت میں بجز اس کے اور کیا انجام نزاع ہوگا کہ اطلاق بنی افراد رسل پر عرف میں نہیں کرتے۔

مولینا! یہ سب باتیں تو تحذیر میں موجود تھیں ان کے ابطال سے فارغ ہو کر اعتراض فرمانا تھا قبل ابطال معروضات تحذیر یہ اعتراضات قابل سماعت نہیں۔

وجہ تخصیص عرف

بایں ہمہ وجہ تخصیص عرف عرض کرتا ہوں انصاف فرمائیے گا لفظ انبا اور تنبیہ اور تنبئی ایک نوع کی غفلت اور ذہول کی طرف مشیر ہے اور غفلت اور ذہول بعد حصول علم متصور ہے سو یہ بات انہیں سے ہو سکتی ہے جن سے بشہادت

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى الخ[1]

عہد و میثاق لیا گیا ملائکہ سے متصور نہیں نہ ان سے کوئی عہد لیا اور اگر لیا ہو تو ان کو ذہول اور غفلت عارض حال نہیں ہوئی اس لئے لفظ نبی بشر طاذوق سلیم انباء سے مشتق ہے ملائکہ میں استعمال کرنا خدا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستبعد ہے ہاں لفظ رسالت کے اطلاق کے لئے نہ تقدم غفلت و ذہول کی مرسل الیہ کی جانب ضرورت

[1] اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے انکی اولاد کو بنایا اور انکو اپنے نفوس پر گواہ بنا کر یہ پوچھا کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں بیشک آپ ہی ہمارے رب ہیں۔

ہے نہ تقدم علم کی حاجت اسلئے اطلاق خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے اور عرف عام میں بھی شائع اور کتب عقائد میں بھی مسطور رہا تو یہ کہنا کہ یہ رسالہ بمعنے ارسال الی البشر ہے خواہ الی الانبیاء ہو خواہ الی العوام جیسے منکر نکیر کی نسبت ارسال الی الملائکہ نہیں تو یہ بات بظاہر بیجا ہے مگر وصول احکام خداوندی ملائکہ رتبہ سافلہ تک بوسیلہ ملائکہ عظیم الشان ایسا نہیں جو کوئی انکار کر سکے۔ ہاں یہ بات مسلم کہ وہاں کفر متصور نہیں سو اس باب میں مماثلت و عدم مماثلت کے بیان سے رسالہ تحذیر میں فارغ ہو چکا ہوں۔

اب اور سنئے اگر بالفرض بقیاس افلاک اراضی میں انبیاء ثابت نہیں ہو سکتے تو نہ سہی بقیاس زمین کل میں یا بعض میں رسل کا ثبوت لازم ہوگا اس لئے کہ مماثلت تو طرفین ہی سے ہے اس صورت میں اور بھی کچھ نہیں تو آپ کی وہ نہیں تو باطل ہو جائے گی جو آپ نے اس طرح فرمائی ہے جب کہ نہیں پس نہیں

خاتمیت اضافی کا ثبوت

باقی رہا در بارۂ خاتمیت اضافی آپ کا یہ ارشاد کہ اگر ثابت بھی ہو جس سے تضعیف ثبوت مترشح ہے اگر بایں معنی ہے کہ ثبوت مثل ثبوت اعتقادیات نہیں تو مسلم مگر اسکو اس بحث سے کیا علاقہ دوسرے میں کب اس کا قائل ہوں بلکہ خود اس کا منکر ہوں چنانچہ اوپر عرض کر چکا۔

اور اگر مطلق ثبوت سے انکار ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بعد تسلیم خاتمیت مرتبی جسکا تسلیم کرنا بوجوہ معروضۂ اوراق سابقہ ضرور ہے اور بعد تصدیق اثر ابن عباس جسکا اقرار بوجہ تصحیح محدثین لازم ہے کیونکہ یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی در صورت خاتمیت زمانی البتہ یہ مماثلت کلی نظر آتی ہے اور اضافی خاتمیت کی طرف رجوع دعوے بے دلیل ہو جاتا

ہے پر خاتمیت مرتبی لیجئے تو پھر یہ ماثر مشار الیہ بر بنی کنیکم بالضرور خاتمیت اضافی ہی کی طرف مشعر ہوگی

اِں جرح روایت مدّ نظر ہے تو اس کا جواب ہمارے پاس عقلی تو کوئی نہیں اگر ہے تو یہی تصحیح محدثین مذکور ہے سو جن کا ہم نے ذکر کیا وہ ایسے ہیں کہ قسطلانی اور سیوطی ان کے مقابل نہیں ہو سکتے اور اگر ہوں بھی تو ہمارا کیا نقصان ہم در پے تصحیح اثر نہیں غرض اصلی رفع تعارض اور دو قول تا ملان تعارض تھا سو وہ بحمد اللہ ایسی طرح ہو گیا کہ آپ کو یا کسی کو انشاء اللہ تعالیٰ مجال دم زدن باقی نہیں رہی تصحیح وہ استطراداً کی گئی تھی سو بالفرض والتقدیر اگر اثر مذکور غلط ہو تو معنے مذکور غلط نہیں ہو سکتے یعنی خاتم النبیین کے ان معنوں میں اس وجہ سے کچھ خرابی نہیں آتی

واللہ اعلم وعلمہ اتم

محذور سوم

مخالفتِ اجماع کا الزام

خاتم بمعنے آخر الانبیاء مطلقاً مجمع علیہ علماء اُمت ہے اور آپ کے نزدیک بھی اسی پر اجماع منعقد ہو گیا ہے اور حدیث لا نبی بعدی جسکا متواتر المعنی ہونا مسلم آپ کا بھی ہے مؤید اسکی ہے پھر خلاف حدیث اور اجماع کے آیۃ خاتم النبیین کے معنے ایسے لکھنے جس سے چھ نبی خاتم کیا ہزار دو ہزار یا لاکھ دو لاکھ بعد خاتم مطلق بھی ہونا جائز ہو بلکہ بہتر ہو تا کہ افضلیت بڑھ جانے کیا اس کو ابتداع نہیں کہتے کیا ایسا شخص پورا سنی رہ جاتا ہے کیا اسکو تفسیر بالرائے نہیں کہتے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ [1]

---

[1] ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارت سے اور اپنے اعمال کی برائی سے جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

جواب

مخالفت اجماع کا الزام صحیح نہیں

حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ خاتمیت مرتبی مخالف مراد قرآنی ہے جو بالاجماع مراد ہے اور نیز مخالف حدیث ہے اور اس وجہ سے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے کہنا چاہئے اور اسکے قائل یعنی قاسم کو اعاذہ اللہ من الابتداع مبتدع مگر معلوم نہیں کہ ان معنوں کو مولانا مخالف اجماع کیونکر سمجھتے ہیں اجی حضرت مخالفۃ تو جب ہوتی جب کہ معارض معنی آخریت زمانی ہوتا معنی مختار احقر تو مثبت خاتمیت زمانی ہیں معارض ہونا کجا۔

اگر امر مجمع علیہ کو تسلیم کر کے کوئی نکتہ زائد کہنا بدعت ہے تو میں کیا تمام مفسرین اور حضرات صوفیہ کرام مبتدع ہوں گے خیر مرگ انبوہ جشنے دارد غنیمت ہے آپ نے تنہا ہمیں پر عنایت نہیں فرمائی دور دور تک آپ کے ارادے ہیں۔

مولانا! پہلے مخالفت و موافقت کے معنے سمجھئے پھر بدعت و سنت کی تعریف مقرر کیجئے پس تفسیر بالرائے کی کوئی تفسیر کیجئے اس کے بعد یہ اعتراضات زبان پر لائیے تفسیر بالرائے کی تقریر آخر تحذیر میں مرقوم ہے پہلے اسکے ابطال سے فراغت پائیے تب کہیں تعریض تفسیر بالرائے کیجئے نہ یہ ابتداع ہے نہ یہ تفسیر بالرائے نہ مخالفت اجماع۔

مولانا! اوّل تقریر تحذیر پر تو خاتمیت زمانی مدلول التزامی خاتم النبیین ہوگا اور دوسری تقریر پر مدلول مطابقی ہاں خاتمیت زمانی مع شئی زائد ثابت ہوگی۔

اگر آپ مخالفت اجماع ثابت کرتے ہیں تو کسی کتاب میں یہ بات نکال کر لائے کہ اہل اجماع یہ فرما گئے ہیں کہ خاتمیت زمانی سے زیادہ مراد لینا نہ چاہیئے جو خاتمیت مرتبی

مرادلی وہ مبتدع ہے بلکہ آپ اتنا ہی دکھلا دیجئے کہ خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں ہاں یہ مسلم کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ کہاں سے ماخوذ ہے اجماعی نہیں مگر آپ کو شاید عبارت شفا پر نظر ہوگی سو اسکا جواب بندۂ کمترین مولوی محمد علی صاحب کے سوالات کے جواب میں لکھ چکا ہے اس کو ملاحظہ فرمالیجیے۔

الغرض قول صاحب شفاء بمقابلہ تاویلات وتخصیصات ملاحدہ ہے نہ بغرض اثبات ارادہ خاتمیت زمانی بطور دلالت مطابقی ہے تو پھر یہ مراد ہے کہ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہو اور ہو تو کیونکر جیسے انسان پر حیوان کی دلالت مطابقی ہے ایسے ہی فرس پر بھی مطابقی ہے سوالیا یہاں بھی سمجھئے کہ کوئی شخص اگر دلالت علی الانسان کو مطابقی کہے تو جیسے اس سے منع ارادۂ فرس لازم نہیں آتا ایسے ہی یہاں بھی خیال کیجئے۔

پھر تو تس پر آپ حدیث کو مؤید معنی کس غرض سے بتلاتے ہیں اگر یہ غرض ہے کہ خاتمیت زمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حق ہے تب تو انکار ہی کسے ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ حدیث سے مدلول مطابقی ہونا خاتمیت زمانی کا ثابت تو ہوتا ہے تو فرمایئے حدیث کے کونسے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حدیث خاتم النبیین ہی کی تفسیر ہو سکتی ہے جیسے اور حدیثوں سے اور مضامین ثابت ہوتے ہیں اس حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوگیا خواہ خاتم النبیین کی تفسیر ہو خواہ نہ ہو مولٰنا! گستاخی معاف آپ کو تو ابھی اس اجماع کی حقیقت بھی معلوم نہیں جو دربارۂ ثبوت عقائد واحکام حجۃ ہوتا ہے اب گذارش قابل یہ ہے کہ فضیلت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا ثابت کرنے والا اگر مبتدع ہے اور آپ کے نزدیک بدعت کے یہی معنی ہیں تو البتہ یہ کمترین مبتدع ہے ورنہ پھر فرمایئے کون ہوتا ہے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ

جواب محذور رابع

حرف آخر

سو بعینہ محذور سادس منجملہ محذورات عشرہ ہے جسکا جواب لکھ چکا ہوں مگر بطور تنبیہ پھر یہ گذارش ہے کہ اس اعتراض کی بناء فقط مخالفت اثر مذکور وآیت خاتم النبیین بالمعنے المسلم وبالمعنی الجمع علیہ ہے مگر موافقت ومخالفت کا حال اوراق گذشتہ کے دیکھنے والوں کو خوب معلوم ہو چکا ہے اس لئے بطور اختصار اتنا ہی بیان کافی ہے کہ دونوں طرح یہاں موافقت ہے مخالفت نہیں سو اعتراض از قبیل بناء فاسد علی الفاسد ہے فقط

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین فقط۔

مکتوب ثانی مولوی عبدالعزیز صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِداً وَّمُصَلِّیاً

عرض کرتا ہے بندۂ ناچیز محمد عبد العزیز عفی عنہ

بخدمت بابرکت مخدوم مطاعی و مطاع العالم جناب مولٰنا محمد قاسم صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم وعلی من لدیکم

کمترین جواب عریضہ جو حضور سے عنایت ہوا تھا قبیل رمضان المبارک بعد تقاضاء بسیار شاگردان والاشان سے نقل اسکی میسر آئی غالباً مطابق اصل ہے ہر چند اصرار کیا اصل نہ دکھائی شاید اس میں کچھ مصلحت سمجھی ہو ابتدائے رمضان شریف میں بسبب درپیش آنے سفر مکھنؤ کے دیکھنا اور جواب لکھنا میسر نہ ہوا اخیر رمضان شریف میں دیکھا تو بعض مضامین کی تفصیل جواب محذورات عشرہ پر موقوف پائی مراد آباد آکر ان کو بھی طلب کیا تین چار محذورات کے جواب ملے مطلوب تمام حاصل نہ ہوا دور از مطلب سے تعرض کرنا اور مواخذات لفظیہ پر توجہ خالی عن التحصیل سمجھکر عرض رسائے مطلب ضروری ہے زیادہ فرصت نہیں۔

خاتم بمعنی موصوف بالذات

توحید خداوندی کا نسخ لازم آتا ہے

حاصل آپ کی تقریر کا یہ ہے کہ نظیر خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف خاتمیۃ مطلقہ میں آپ کے نزدیک ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے ممتنع بالذات نہیں اور فرق ممتنع بالذات اور ممتنع بالغیر میں یوں ارشاد فرمایا کہ ممتنع بالذات مقابل و مخالف واجب بالذات کا ہوتا ہے اور ممتنع بالغیر ممکن بالذات امتناع ضرورت سلب کا نام ہے اور وجوب ضرورت ایجاب کا اور ضرورت ایجاب کے تین مادہ بطور حصر لکھے اعنی حمل عین الشئ علی الشئ وحمل جزئیہ علیہ وحمل لازم ذاتہ بالمعنے الاخص علیہ اور لازم ذاتی کو ناشی عن الذات اور صادر من الذات فرمایا یہاں سے معلوم ہوا کہ علت لازم ذاتی کی ذات ملزوم ہوتی ہے والا بقول آپ کے انفکاک جائز ہوگا اسکی تصریح جواب محذورات میں بھی ہے۔

اور تحذیر الناس میں خاتم کو بمعنی موصوف بالذات لیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ موصوف بالذات میں وصف موصوف کا ذاتی اور ناشی عن الذات ہوتا ہے ص ۱۵ تحذیر میں موجود ہے۔ (مطبوعہ مکتبہ قاسم العلوم کراچی ۱۹۷۶ء ص)

پس وصف نبوت خاتم کا مقتضائے ذات اور ناشی عن الذات اور لازم ذاتی ہوا بلکہ اس وصف کا عین ذات خاتم ہونا بھی جواب محذورات میں جائز رکھا ہے پس حمل اس وصف کا ذات خاتم پر ضروری اور واجب بالذات ہوگا کیونکہ بسبب لازم ذاتی ہونے کے مادہ وجوب ذاتی کا ہے پس لامحالہ مقابل اس کا مادہ امتناع ذاتی کا ہوگا۔

اب سنئے کہ جب آپ کے قول کے موافق الخاتم خاتم ضروری اور واجب بالذات

ہے تو لامحالہ الخاتم لیس بخاتم ممتنع بالذات ہو اور ظاہر ہے کہ جب خاتم مطلق دوسرا آپ کے نزدیک ممکن ہے اور اس کو واقع اور موجود فرض کیا تو خاتم اول خاتم مطلق نہ رہا یہ اور خاتم مطلق نکلا جسکا وہ خاتم خاتم نہیں پس قضیہ الخاتم الآخر موجود مستلزم الخاتم لیس بخاتم کا ہوا جیسے الحجر شجر مستلزم الحجر لیس بحجر کا ہے پس مثل الحجر شجر کے الخاتم الآخر موجود ممتنع بالذات ہوا آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ جس حمل سے سلب الشئ عن نفسہ لازم آوے وہ ممتنع بالذات ہوتا ہے چنانچہ الحجر شجر کو اسی بناء پر ممتنع بالذات فرمایا ہے جیسے مفہوم حجر میں نفی شجریۃ آپ کے نزدیک ماخوذ ہے ایسے ہی ہر عاقل کے نزدیک مفہوم خاتم مطلق میں نفی خاتم آخر بل نبی آخر ماخوذ ہے پس الخاتم الآخر موجود بل النبی بعد خاتم مطلق موجود بسبب مستلزم ہونے سلب الشئ عن نفسہ اعنی الخاتم لیس بخاتم کے ممتنع بالذات ٹھہرا پس نظیر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ممتنع بالذات ہونا آپ کے معنے لینے سے بھی ثابت ہو گیا جیسے ہمارے معنے مجمع علیہ سے ثابت ہوتا ہے اور تقریر دلیل یہی ہے جو عرض کی کہ وجود خاتم مطلق آخر کا مع الخاتم یا بعد الخاتم مستلزم الخاتم لیس بخاتم کا ہے پس ممتنع بالذات ہوا بلکہ آپ تو بطریق اولے ممتنع بالذات کہئے آپ تو وصف نبوت کو خاتم کا ذاتی فرماتے ہیں پس سلب اسکا بدرجہ اولیٰ ممتنع بالذات ہوگا ہم لوگوں کو اگر ممتنع بالذات ہونے نظیر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تردد ہوتا تو ہوتا کہ ہمارے نزدیک ہر وصف موصوف بالذات ہی ہونا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلکہ ہر ممکن کا ممتنع بالذات ہے بڑی حیرت اور تعجب ہے کہ خود ممکنات کے وجود اور کمالات کو سب کو عرضی بمعنی بالعرض فرماویں اور ہم سے انصافاً پوچھیں کہ بھلا کوئی مسلمانوں میں ایسا ہوگا کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستغنی عن اللہ وعن صفاتہ سمجھے اور پھر خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موصوف بالذات

بوصف نبوت فرماویں اور اس وصف کو ان کا ذاتی اور لازم ذات اور ناشی عن الذات اور مقتضائے ذات اور صادر عن الذات بلکہ عین ذات فرماویں بلکہ آفتاب کے نور کو بھی اس کا ذاتی نہیں اور اگر تنبیہاً عرض کرتا ہوں کہ مولٰنا صاحب ذرا غور تو کیجئے موصوف بالذات کہنے پر کتنی خرابیاں لازم آتی ہیں تو جواب ارشاد ہوتا ہے کہ تجھ کو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضد معلوم ہوتی ہے جو موجبات افضلیت سے انکار کرتا ہے وہابیوں کو بدنام کرتا ہے اور آپ ان کا کام کرتا ہے قصور معاف ہو ہم پر تو یہ طعن کہ توحید خداوندی کو منسوخ کر کے توحید محمدیؐ پر ایمان ہے باوجودیکہ ہماری توحید محمدیؐ منافی توحید خداوندی کی نہ تھی محمد خاتم الانبیاء مطلقاً لا نبی بعدہٗ فی غیر الامکان واحد لا مثل لہ ولا نظیر ہمارا ایمان ہے اور یہ ہرگز مخالف ومناقض لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کی نہیں اگر ہو تو ہم کو تنبیہ کیجئے پھر آپ ہی نے وہ توحید محمدیؐ اختیار کی کہ ناسخ توحید خداوندی کی ہے اعنی موصوف بالذات ہونا جو خاصہ خداوند تعالیٰ کریم کا ہے نبی کریمؐ کو ثابت کیا فرمایئے کہ نسخ توحید خداوندی کس نے کیا اور تشبہ بالنصاریٰ کس کو لازم آیا

آیت خاتم النبیین الخ کی تفسیر میں خلط مبحث

اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ:

"میری غرض اثبات افضلیت ہے اور اس ایت کے اگر یہ معنی نہ لئے جائیں تو ہرگز افضلیت ثابت نہیں ہو سکتی اور کوئی نص کلام اللہ میں ایسی موجود نہیں جس سے، ثبوت افضلیت ہو اور اگر ہو بھی تو یہ توقع نہیں کہ ہمارا تمہارا ذہن وہاں تک پہنچے۔"

حدیث واجماع کا ثبوت ایسا نہیں جس سے انکار نہ ہو سکے یہ سب خیالات آپ کے فاسد وبے اصل ہیں اولاً تو یہاں بحث افضلیت کی نہ تھی خاتمیت کی تھی اور اس کو ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی خود بالنص ثابت تھی یوں فرمایئے کہ خاتمیت جو بعبارۃ النص ثابت تھی وہ

اثر ابن عباس کو بظاہر رد کرتی تھی اسکے رفع معارضہ کے واسطے اس قدر تکلیف اٹھائی خاتم کے معنی لغوی چھوڑ کر موصوف بالذات کے معنی لئے مینہہ سے بھاگ کر پرنالہ کے تلے اکھڑے ہوئے جو کوئی اس معنے سے انکار کرے یا اسکے خرابی کا اظہار کرے اس کو دھمکاتے ہیں کہ میں تو افضلیت ثابت کرتا ہوں تو اس سے انکار کرتا ہے بے اس معنی کے افضلیت کب ثابت ہو سکتی ہے۔

اے حضرت افضلیت کا ذکر کیا ذکر ہے معارضہ حدیث و آیت کا تو خاتمیۃ مطلقہ میں ہے آپ نے رفع معارضہ حد کے واسطے خاتم کو اپنے معنی لغوی سے پھیر کر موصوف بالذات کے معنی پر لیا فقیر نے ان معنی کو محال سمجھ کر انکار کیا تو آپ فرماتے ہیں کہ تو موجبات افضلیت سے انکار کرتا ہے۔

اسکی مثل ایسی ہے کہ کوئی نصرانی کسی نصرانی کے سامنے ابن اللہ ہونے عیسٰی علیہ السلام پر دلیل لاوے دوسرا اسکی عنان گیری کرے اور کہے کہ تو کیا کہتا ہے کہیں عبداللہ بھی ابن اللہ ہوتا ہے اس کے جواب میں پہلا نصرانی دوسرے سے کہے کہ تجھ کو بھی عیسٰی علیہ السلام سے ضد معلوم ہوتی ہے جو موجبات افضلیت سے انکار کرتا ہے۔

اور اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ آیت صرف خاتمیت کے واسطے مسوق نہیں ہوتی بلکہ افضلیۃ کے واسطے بھی مسوق ہے تو یہ مسلّم ہے مگر ثبوت افضلیت مبنی پر خاتمیت مطلقہ ہے اور خاتمیت آپ کے معنے کی موقوف ہے موصوف بالذات ہونے خاتم پر اور یہ محال ہے جیسے گذرا پس وہ افضلیت جسکے آپ در پے تھے ثابت نہ ہوئی ہاں ہمارے معنے سے بخوبی ثابت ہے لفظ خاتم صرف تاخر زمانی پر نہیں دلالت کرتا بلکہ افضلیت پر بھی دال ہے اسلیئے کہ محاورۂ اہل لسان کا ہے کہ جب کوئی شخص کسی وصف میں اپنے اقران سے افضل ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ وصف اس پر ختم ہے مثلاً کہتے ہیں پہلوانی اس پر ختم ہے لعابت اس پر ختم ہے اسی محاورہ کے موافق اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ نبوت میرے ممدوح پر ختم ہے یہ سب نبیوں

کا خاتم ہے پس خاتمیت مطلقہ لغتہً اور عرفاً اظہر من الشمس فی نصف النہار سمجھی گئی نہ صرف تاخر زمانی کلام الٰہی جامع بلیغ فی غایۃ البلاغت ہے اگر صرف تاخر زمانی بیان کرنا ہوتا تو فرماتا جو آخر الانبیاء زماناً مگر چونکہ اظہار رتبۂ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم منظور تھا اس لئے لفظ خاتم اختیار فرمایا۔ تبارك الله احسن المتكلمين

اب ثبوت افضلیت تو اسی آیت سے ہو گیا آپ کی توقع کے خلاف ہوا فضل الٰہی سے ہمارا ذہن تو پہونچ گیا دعا کرتے ہیں کہ آپ کا ذہن بھی پہونچ جائے اور موصوف بالذات کہنے سے باز آویں۔ لا تقنطوا من رحمة الله پر عمل فرمایئے توقع قطع نہ کیجئے۔

ثبوت افضلیت اور اسپر دلائل

اس آیت کے سوا اور آیات بھی ثبوت افضلیت پر دال ہیں قطع نظر حدیث و اجماع سے جیسے آیت رحمۃ للعالمین و کنتم خیر امۃ الآیت و اذ اخذنا میثاق النبیین الآیۃ وغیرہ ذلک مگر افضلیت چونکہ امر ثابت ہے اور اس کا کوئی مسلمان منکر نہیں معلوم ہوتا تو اسکے اثبات میں تطویل لاطائل ہے اور ثبوت افضلیت اگر حدیث و اجماع سے بھی کریں تو بھی ایسا نہیں جس سے کوئی مسلمان انکار کر سکے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جو حدیث یا اجماع آپ پیش کریں اسکی سند میں کلام کرے یہ آپ کو چاہیئے کہ حدیث یا اجماع بے سند نہ ظاہر کریں گر آپ نے تو موصوف بالذات ہونے کے ثبوت میں اجماع تو کیا کوئی حدیث ضعیف بھی نہ لکھی جس سے کوئی انکار کرتا یا نہ کرتا آپ نے تو صرف ایک خیال محال باندھا ہے پھر اسکے اتباع کے ہم سے متوقع ہیں اگر اتباع میں ذرا بھی قصور پاتے ہیں تو کیسے کیسے عتاب فرماتے ہیں۔

سات زمینوں کے بارے میں صوفیاء کا نظریہ

ثانیاً یہ کہ آیت اگرچہ بظاہر معارض اثر ابن عباس کے ہے مگر یہ معارضہ بدون اثبات افضلیت بلا تکلف رفع ہو سکتا ہے اس حدیث کی تصحیح صوفیاء کرام نے بھی کی ہے جن کو آپ اس کا اہل نہیں سمجھتے ان کی نااہلی آپ کے اہلوں کی اہلیت سے بڑھی ہوئی ہے انہوں نے حدیث کو صحیح فرمایا ہے اور اسکے معنی ایسے بیان کئے کہ آیت سے معارض نہیں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ اس قول میں اشارہ طرف عالم مثال کے فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ کے لئے سات زمین عالم مثال میں ہیں کہ ہر زمین میں آدمؑ سے لے کر تمہارے نبی تک اور ایک روایت میں عباسؓ تک ہر ایک کی مثال موجود ہے۔

دیکھئے اب اس حدیث سے تعدّد مثالی ظلّی لازم آیا اور یہ منافی وحدت شہادت اصلی کا ہرگز نہیں چنانچہ ایک شخص کے گرد متعدد آئینہ نصب کئے جائیں تو ہر آئینہ میں مثال موجود ہوگی مگر اسکی وحدت شخصیہ خارجیہ میں کچھ خلل نہیں آئے گا دیکھنے والے ہر آئینہ میں اسی ایک کو موجود کہیں گے اسی طرح یہاں پر ہر زمین میں وہی ایک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رونق افروز ہیں۔

مولانا صاحب! اس پر عقیدہ جمائیے کہ کوئی نبی دوسرا اگرچہ خاتم اضافی ہو بعد خاتم مطلق کے ہرگز نہیں ہو سکتا اور خاتم مطلق دوسرا تو مع ہو یا کسی اور وقت میں بھی ممکن نہیں بسبب مستلزم ہونے الخاتم لیس بخاتم کے ممتنع بالذات ہے کما مر یقین ہے کہ جب الحجر لیس بحجر کو ممتنع بالذات سمجھا ہے تو الخاتم لیس بخاتم بھی ممتنع بالذات کہیں گے اور امتناع بالذات لازم کا مستلزم امتناع بالذات ملزوم کا ہونا مسلّم ہے اسی بناء پر الحجر شجر

ممتنع بالذات ٹھہرا ہے پس الخاتم المطلق الآخر موجود جو ملزوم الخاتم لیس بخاتم کا ہے ضرور ممتنع بالذات سمجھا جائے گا۔

هذا غاية التفهيم منا. والحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة

والسلام على سيدنا خاتم النبيين وعلىٰ اٰله واصحابه اجمعينؒ

مکتوب دوم

حضرت مولینا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بجواب مکتوب دوم مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم

کمترین خلائق محمد قاسم عفی اللہ عنہ، مخدوم مکرم مطاع معظم مولانا عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالےٰ کی خدمت سراپا عنایت میں بعد سلام و نیاز عرض پرداز ہے۔

عرض اوّل

اٹھ‌‌‌رسوں تیئیسویں اس ماہ ذیقعد کو اپنے وطن سے اس قصبہ دیوبند میں پہونچا تو والانامہ رکھا ہوا دیکھا کیا کہیئے اگر اس گمنام کے نام و نشان کی خبر پہلے سے آپ کو ہوتی تو میرٹھ کے بھیجنے کی کچھ حاجت نہ تھی براہِ راست آپ کا عنایت نامہ میرے پاس پہنچتا اور اتنی دیر نہ لگتی۔

خیر جو کچھ اپنے بخت نارسا کی نارسائی کے باعث اتنی دیر کی محرومی تھی وہ تو ہو چکی اب آگے سنیئے پرسوں یعنی آنے سے اگلے دن آپ کے والانامہ کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ نے اثر ابن عباسؓ کو بھی تسلیم کر لیا اور معنی معروضہ احقر کو خاتم النبیین میں بھی مان لیا اور نبی کنبیکم میں بھی تسلیم فرمایا ہاں اتنا فرق باقی ہے کہ جتنا عنب و انگور میں ہوتا ہے ادھر جوابات محذورات میں بھی من اوّلہ الی آخرہ کچھ چون و چرا نہ فرمائی ایک فقط موصوف بالذات ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کس قدر جوش و خروش اور عتاب و عنایت باقی ہے سو بڑے انصاف

ایسے بڑے انصاف کے بعد ایک تھوڑی سی نا انصافی کی داد و فریاد کیا مناسب ہے اور اتنے بڑے انصاف کے بعد ایسی دل آزاری کی کیا شکایت کیجئے اور کیوں کیجئے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو والانامہ کیونکر سرمایۂ افتخار کمترینان ہوتا اس عتاب کو تو عنایت کے نرخ مول لینا چاہیئے محبوں کی کڑوی بات بھی میٹھی ہوتی ہے اور عیب صواب نظر آیا کرتے ہیں ؎

رس کی رس کی اسے سکھی تیرے دونوں سیدھائے[1]

ٹھنڈے تتے نیر جوں دونوں آگ بجھائے

مولینا! دھمکانے کی شکایت میرے سر آنکھوں پر مگر سچی بات پوچھیئے تو ہماری آپ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہرن اور ایک گرگ کہیں ایک کشتی میں سوار تھے ہرن کو تازہ توانا دیکھ کر گرگ کا جی للچایا الزام قصور کی ضرورت دیکھ کر یہ فرمایا کیوں خاک اڑاتے ہو ہرن نے عرض کیا جناب عالی کھانا منظور ہے تو میں بے کس موجود ہوں پڑا تو فرمائیے کہ دریا میں خاک کا کیا حساب ہے جو یہ عتاب ہے سو ایسے ہی ہماری طرف سے گذارش ہے کہ اگر جا بیجا کہنے کو جی چاہتا ہے تو ہم موجود ہیں مگر بطور جواب بعد میں ہم سے کچھ گستاخی ہو جائے تو پھر شکایت کے کیا معنی۔

مولینا! ہماری آپ کی اوّل ملاقات ہوئی تو یوں ہوئی کہ آپ کا عنایت نامہ اوّل جو سراپا عتاب تھا موجب افتخار ہوا ہم نے دیکھا مولانا کے مشرب و مذہب میں ایسی الکھول سے محبت میں تو فرق کیا آئے گا بنائے محبت اسی بات پر ہے اسلئے قلم روک روک کر دو چار سہتی سہتی کہی تو آپ اس کو غصہ سمجھتے ہیں اور دھمکانے سے تعبیر کرتے ہیں اس بات کو دیکھکر ناحق استغفار و عفو تقصیر کی ضرورت دیکھتا ہوں۔ آپ نے انصاف نہ کیا معاف تو کیجئے پرانا سن لیجئے کہ لب و لہجہ خط و کتابت میں نہیں آ سکتا ورنہ آپ ادا و لہجہ کو سنتے تو میری عرض و معروض کو غصہ پر محمول نہ فرماتے اگر سمجھتے تو جواب ترکی بترکی ہی سمجھتے اب ایسے موہمات سے

---

[1] یعنی تیری میٹھی اور کڑوی دونوں طرح کی باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ آگ بجھانے کیلئے ٹھنڈا اور گرم پانی سب کافی ہے ۱۲۔

سے بھی پرہیز ہے ہاں بوجہ عدم مخالفت مزاج مباح کو مباح سمجھ کر یہ عرض ہے کہ شاید کوئی چھیڑ چھاڑ کی بات میرے قلم سے نکل جائے اگر یہ بھی ناگوار ہو بار دگر اس سے بھی اطلاع ہو۔

تقصیر معاف اب عرض مطلب کا وقت ہے ادھر توجہ فرمائیے کل پرسوں فرصت نہ ملی آج چھبیسویں ذیقعدہ روز سہ شنبہ کو بیٹھا ہوں سردی کے باعث ہاتھ قابو میں نہیں دن چڑھے تک احباب آجائیں گے دیکھئے آج بھی ارسال جواب کی نوبت آتی ہے یا نہیں قلت فرصت کے باعث جواب تفصیلی تو بعض احباب کے سر ہو برالشرط فرصت دو چار روز میں انشاءاللہ آپ کو اس بات سے مطلع کریں گے کہ آپ کے ہر فقرہ کا جواب خود جوابات محذورات چار دہ گانہ میں موجود ہے پر بالاجمال میں بھی کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

پر اول یہ گذارش ہے مولینا فضل حق صاحب مرحوم و مغفور کے حاشیہ قاضی پر بعض فضلاء وقت نے کچھ اعتراض لکھے تھے مولینا نے دیکھا اور لوگ امیدوار تحریر جواب تھے۔ پر آپ نے کچھ نہ لکھا اور یہ فرمایا کہ اس کے جواب بھی قاضی کے حاشیہ ہی میں ہیں سو ایسے ہی جواب تو آپ کے والا نامہ کا انتاہی ہے۔

مگر ہاں بن کہے رہا نہیں جاتا مولینا آپ نے اس شاعر کو بھی مات کیا جس کا یہ شعر ہے ؎

؎ چہ خوش گفت ست در زلیخا
کہ عشق آساں نمود اول ولی افتاد مشکلہا

استلزام مبحوث عنہ سے استلزام عام مراد نہیں

طلسم بیضۂ نور دشتر سے آپ کا یہ استدلال کم نہیں کہ جب جناب ختمی مآب موصوف بالنبوت بالذات ہوئے تو موافق قاعدہ مقررہ قاسم استحالہ ذاتی تنظیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ لازم آیا کیونکہ درصورت وجود نبی دیگر بعد حضرت نبی آخرالزمان

صلے اللہ علیہ وسلم الخاتم لیس بخاتم صحیح ہوگا سبحان اللہ من چہ میگوئم و طنبورۂ من چہ میگوید مولینا! اگر صحت النبی لیس بنبی لازم آتی تو آپ کہہ سکتے تھے کہ قاسم نبوۃ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو ذاتی بمعنی مقتضائے ذات کہتا ہے اور سلب لوازم ذات اسکے نزدیک منجملہ محالات ہے کیونکہ سلب الشئ عن نفسہ کو مستلزم ہے یا یوں کہو بالذات مستلزم ہے اور اس صورت میں وہی بات لازم ہے یا اگر میں خاتمیت زمانی کو مقتضاء ذات کہتا تو البتہ آپ کی یہ فرحت بے اندازہ بجا تھی۔

میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ قضیۂ محمد خاتم النبیین از قسم ممکنات ہے ضروریات و ممتنعات میں سے نہیں اب فرمائیے آپ کی بے نیازی اور بے پرواہی کی ہم شکایت کریں یا ذکریں توبہ استغفراللہ کیا کہنے لگا مولانا کو تو اپنے کلام کے مطالعہ بلکہ ملاحظہ کی بھی فرصت نہیں، میرے کلام کو کیا دیکھیں دو سطر پیشتر نبوت کے مقتضائے ذات ہونے کا ذکر تھا اگر اس کو پلٹ کر دیکھ لیتے تو خاتمیت کو کیوں لے دوڑتے۔

دوسری سنئے میں نے سلب لوازم ذات کو منجملہ محالات رکھا ہے اور سلب مباینات یعنی مفارقات کو ممکنات میں سے رکھا ہے اور بتصریح یہ کہدیا ہے کہ اگر کسی محل ممکن پر کوئی محل مباین اول کا سلب عارض ہو جائے تو وہ منجملہ ممکنات ذاتی اور محالات بالغیر ہوگا بلکہ بعض مواقع میں یہ لفظ بھی موجود ہے کہ جو سلب کہ سلب محل اول کو مشتمل ہو الخ اور غرض اس سے یہی تھی کہ لزوم سلب الشئ عن نفسہ سے لزوم وجود مولینا مراد نہ لے بیٹھیں یا لزوم عام پر محمول نہ کر لیں۔

اور وجہ اس مدافعت کی یہ تھی کہ بتصریح لکھ چکا تھا کہ ذات کنہ لازم ذات پر مشتمل ہوتی ہے اس صورت میں سلب لوازم ذات سلب ذات عن الذات یا سلب لازم عن اللازم کو مشتمل ہوگا۔

علاوہ بریں جب حصر کرچکا ہوں کہ تین مواد معلومہ مادۂ وجوب اور تین مواد معلومہ مواد مادۂ امتناع ہیں باقی سب مواد امکان تو ایجاب لوازم وجود اور سلب لوازم وجود آپ منجملہ ممکنات ہوں گے کیونکہ دوام معلوم جو مقتضاء لزوم ہے معارض امکان نہیں اگر ہے تو معارض فعلیۃ ہے اور اگر کسی نے دوام وضرورت کو متلازم عن الطرفین کہا ہے تو اوّل تو اس کا کہنا غلط ایک قول بے دلیل ہے پھر دوام کو معارض امکان کیوں کہیئے دوسرے عموم مفہوم تساوی مصداق سے باطل نہیں ہو سکتا بالجملہ لزوم ذاتی فیما بین ملزوم ولازم ذات اس بات کو بالذات مستلزم ہے کہ سلب اللازم عن الملزوم بالذات محال اور سلب اللازم الذاتی عن الذات سلب الشیٔ عن نفسہ کو بالذات مستلزم ہے، استلزام عام نہیں جو آپ ہر مستلزم محال ذاتی کو محال ذاتی سمجھیں ممتنع بالغیر سلب الشیٔ عن نفسہ کو مستلزم ہے مگر لزوم وجود ہوتا ہے لزوم ذات نہیں ہوتا اور یہاں بحث لازم ذات تھی لزوم ذات ہی کی گنجائش ہے۔

آپ زیادہ ہاتھ پاؤں نہ پھیلادیں آپ استلزام کو بے وجہ ازراہ زبردستی جو آپ کے نزدیک وجہ معقول ہے استلزام عام پر محمول کر کے لڑنے کو تیار ہیں براہ عنایت بغور دیکھ کر سیاق وسباق کو ملا کر استلزام مبحوث عنہ کو استلزام ذات خیال فرمائیے اور اس لڑائی کو جانے دیجئے ورنہ پھر شاید آپ آگے آگے ہوں اور ہم پیچھے پیچھے

امتناع ذاتی نظیر کا نتیجہ توحیدِ محمدی کا اقرار ہے

اور سنئے توحید محمدی بطور امتناع ذاتی نظیر کو آپ پوچھتے ہیں کیونکہ وجوب ذاتی محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو مستلزم ہے، مولٰینا! میں تو تنبیہ کیا بروئے انصاف بتصریح عرض کرچکا مگر آپ کا گوشہ التفات تو اور ہی طرف مائل ہے فکر اعتراض پیچھے کیجئے گا پہلے میرے کلام کو مکرر سہ کرر بغور دیکھئے۔

حضرت یہ میں نے ہی لکھا تھا کہ مواد ستہ معلومہ مورد وجوب اور مواد ثلثہ معروضہ مورد امتناع اور مواد باقیہ مورد امکان ہوتے ہیں اتنی بات کیا آپ کے لئے اس بات میں کافی نہ تھی کہ اگر سلب توحید محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ممتنع بالذات ہوگا تو توحید محمدی صلے اللہ علیہ وسلم واجب ہوگی اس صورت میں قضیہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم واحد لاشریک لہ میں محمول اگر عین موضوع یا جزء موضوع ہے۔ تب تو مطلب خود ظاہر ہے وہی اشتمال ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کنہ وحدت مذکورہ پر لازم آئے گا اور موافق تقریر معلوم وہی سلب الشیٔ عن نفسہ سر و بر نا پڑے گا۔ اب فرمائیے اس وحدت میں اور وحدت خداوندی میں کیا فرق رہ جائے گا وہاں بھی وحدت مقتضاء ذات تھی یہاں بھی مقتضاء ذات ہے، اگر اس وحدت کے مقتضاء ذات ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ذات محمدی تمام مواطن وجوہ کو محیط ہے اور مصداق بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ اس کو کہہ سکتے ہیں اور اس وجہ سے گنجائش ثانی باقی نہ رہی یا یوں کہو ثانی کے لئے مادۂ خیر باقی نہیں رہا تو البتہ آپ کا ارشاد دربارۂ امتناع ذاتی نظیر محمدی صلے اللہ علیہ وسلم صحیح کیونکہ امکان کے لئے اتنا چاہئے کہ خزانۂ وجود میں گنجائش دادودہش ہو جب یہ نہیں تو امکان بھی نہیں مگر میرا ابھی یہ قول درست نکلا کہ نظیر کا امتناع ذاتی اصل کے وجوب ذاتی کو مقتضی ہے۔

ہاں آپ پر یہ اور نقض وارد ہو جائے گا کہ آپ ذات محمدی نظیر خداوند وحدہ لاشریک لہ نکلی اور ذات خداوندی نظیر ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اور اس صورت میں قائلان امکان کو اور دلیل کی ضرورت نہ رہی، امکان کے بدلے فعلیت تک نوبت پہونچی، پر آپ کو بھی توحید خداوندی کے اثبات کی کوئی صورت نہ رہی، مگر ہاں آپ کو کیا مشکل آپ کو اس شعر پر عمل کرنے کی گنجائش ہے ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

اور اگر وجہ امتناع ذاتی وحدۃ خداوندی ہے تو وحدہ خود دلیل امکان ہے اور اگر کوئی اور دلیل ہے تو ہم بھی مشتاق بیٹھے ہیں ہم بھی تو ان اسرار کو دیکھیں اور دلائل سے بہرہ مند ہوں جن کے بھروسے آپ مدعی امتناع ذاتی نظیر محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے اور ان کے پیچھے توحید محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مذکور منجملہ ارکان ایمان سمجھا۔

ہاں مولینا! آپ کو خدا ہی کی قسم ہے دریغ نہ فرمائے گا جب چھیڑ چھاڑ ہی ٹھہری تو آپ اپنی کر گذر دیجئے ہمیں بھی انشاء اللہ آپ سے نبٹنا ہے مگر خدا کے لئے امتناع ذاتی کی طرح وحدت ذاتی کے بدلے وحدت بالعرض کی آڑ میں نہ لڑیئے گا اور استدلال معروض الجواب کی طرح سوال از آسمان وجواب از ریسماں نہ برتیئے گا ہماری طرف سے یہ یاد رہے اپنے بھی ہاتھ میں قلم ہے انشاء اللہ خدا کو منظور ہے تو ہر طرح سے ہر میدان میں ہمیں جیتیں گے یہ گذارش خلاف عادت طبعی آپ کی ناانصافیوں کے پیچھے ہے ورنہ ہم تو آپ کی رضامندی کا دم بھرتے تھے آپ کی سلامت طبعی کو گاتے پھرتے تھے جب آپ اس چال چلے تو آپ کی تفریح طبع کے لئے ہمیں بھی یہی راہ اختیار کرنا پڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وصف میں موصوف بالذات نہیں

اور سنیئے آپ فرماتے ہیں ہر وصف میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موصوف بالذات نہیں سمجھتے اگر موافق محاورۂ اہل لسان اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی وصف میں آپ موصوف بالذات ہیں کسی میں نہیں تو فرمائیے میں نے کہاں اس کے خلاف کہا ہے میں خود کہتا ہوں کہ نبوت میں آپ موصوف بالذات خاتمیت میں موصوف بالعرض اور کیوں نہ ہوں اوصاف اضافیہ وذات مفردہ کے حق میں اوصاف عرضیہ ہوتے ہیں اوصاف ذاتیہ نہیں ہوتے اور کیوں نہ ہوں مجعولیۃ لوازم ذات کے لئے مجعولیۃ ذات کافی ہوتی ہے اور کسی کی طرف التفا

کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر خلاف محاورہ بشہادت سیاق یہ مطلب ان الفاظ کے ساتھ چپکا دیجئے کہ کسی وصف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ اور تمام مخلوقات موصوف بالذات نہیں تو اس کے غلط ہونے میں وہ ہی متامل ہو کہ وحدۃ وجود سے وحدۃ موجود سمجھ کر فرق مراتب پر خاک ڈالتا ہو اور شریعت اور طریقت کے پیچھے ہاتھ دھو کر الحاد و زندقہ کا مجدد بنے مولینا! جیسے حرکت واحد ہے اور متحرک یعنی سفینہ اور جالس سفینہ مثال مشہور میں متعدد ہیں ایسے ہی وجود کو واحد مانئے اور موجود کو متعدد کہئے اسی کی طرف اس شعر مشہور ومقبول میں اشارہ ہے ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

مولینا! جیسے حرکت واحد کو سفینہ اور جالس کے اعتبار سے متعدد بالاعتبار سمجھتے ہیں اور خود سفینہ اور جالس سفینہ کو متعدد حقیقی ایسے ہی تعدد وجود اعتباری ہے اور تعدد مراتب حقیقی اور پھر اپنے لوازم ذات یعنی احکام وآثار میں متعدد حقیقی اور یہ نہ کہیئے تو تنزل اور افتقار واحتیاج جو لوازم ذات حقائق ممکنہ میں سے ہے سب حقائق ممکنہ میں بالعرض ہو جائیں گے اور موافق قاعدہ بدیہی کہ ہر بالعرض کے لئے ایک موصوف بالذات ہے ان اوصاف کو ذات بحت کی طرف بوسطۂ مراتب وقطع نظر عن المراتب نسبت کرنا پڑے گا سو اگر ہماری ضد میں آپ اس بات کو تسلیم کر بیٹھیں تو پھر ہمکو امید کامیابی نہیں بلکہ ابھی سے کہے دیتا ہوں ہم ہارے تم جیتے مگر ہم جانتے ہیں کہ گو اس بات کو آپ کا جی چاہے پر آپ فرق مراتب سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کے کلام خود فرق مراتب پر مبنی ہیں اسلئے ہم اثبات فرق مراتب وبیان وجہ تحقیق مراتب میں قلم نہیں گھسٹتے کیونکہ امر متفق علیہ طرفین کا اثبات اگر ہوتا ہے تو فریقین ہی کے ذمہ ہوتا ہے۔

لفظ خاتم کی افضلیت پر دلالت کی واحد صورت

اور سنئے آپ فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین افضلیت پر بھی دلالت کرتا ہے اور بناء اس دلالت کے اپنے محاورہ پر رکھی ہے جناب عالی آپ نے بناء افضلیت تو باشارۂ محاورہ سمجھی پر بناء محاورہ کچھ تلاش نہ فرمائی اگر آپ غور فرماتے تو یہ بات عیاں ہو جاتی میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ افضلیت و مفضولیت مشککات میں ہوا کرتی ہے اور تشکیک عروض اور اضافہ پر موقوف ہے چنانچہ بعد استماع تقریر احقر آپ تو تسلیم ہی فرما چکے اور بھی کوئی بشرط انصاف و ارادۂ فہم سنے گا تو اسی کا اقرار کرے گا ورنہ آپ فرمائیے پھر کیونکر افضلیت و مفضولیت متصوّر ہو سکتی ہے اس صورت میں وہ ہی انجام آٹھہرا جو میں نے عرض کیا تھا حسب اطلاع احقر آپ کو موصوف بالذات کہنا پڑے گا جس پر آپ نے یہ بُرا مانا کہ الٰہی پناہ۔

مولٰنا مطلب سے مطلب ہے افاضہ و استفاضہ تو عالم میں مشہور ہے پھر جو شخص کہ مفیض کو عالم اسباب و کائنات میں موصوف بالذات کہے اگر بفرض انکار افاضہ ہے تو یہ تو ناگوار بداہت ہے اور اگر بفرض مخالفت اصطلاح اہل فن ہے تو اس کو مواخذۂ لفظی نہیں کہتے تو اور کس کو کہتے ہیں جو آپ نے بزعم خود مواخذات لفظیہ کو چھوڑا اور اسکو مواخذۂ معنوی قرار دیا مواخذۂ معنوی تو مواخذۂ لفظی نکلا اور مواخذۂ لفظی اور کیا ہوگا شاید مواخذۂ رسم خط ہو گر مواخذۂ لفظی بھی جبھی ہو سکتا ہے کہ آپ کسی بانی اصطلاح کا قول میرے قول کے مخالف پیش کریں۔ سو یہ تو معلوم اس لئے یہی بہتر کہ آپ تسلیم کرلیں آپ مصیب بصواب ہوں گے ہم پر مفت کا کرم ہوگا۔

خاتمیّت زمانی مجمع علیہ خاتمیّت مرتبی کے منافی نہیں

اور سنئے آپ خاتمیت زمانی کو معنی مجمع علیہ فرماتے ہیں اگر یہ مطلب ہے کہ خاتمیت زمانی مجمع علیہ ہے خاتم النبیین سے ماخوذ ہو یا اور کہیں سے تو اس میں انکار ہی کسے ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ لفظ خاتم النبیینؐ سے مراد ہونا مجمع علیہ ہے تو اس میں ہمارا کیا نقصان ہے جو یہ آپ پردہ میں آوازہ خرق اجماع کستے ہیں تحذیر کو غور سے دیکھا ہوتا اس میں خود موجود ہے کہ لفظ خاتم تینوں معنوں پر بدلالت مطابقی دلالت کرتا ہے اور اسی کو اپنا مختار قرار دیا تھا اور اگر یہ مطلب ہے کہ سوائے خاتمیت زمانی اور معنوں کا مراد لینا مخالف اجماع ہے تو اوّل تو آپ ہی فرمائیں کہ خاتمیت مرتبی جو مشیر الی الافضلیت ہے آپ نے کیوں مراد لی دوسرے عنایت کر کے اتنا بھی فرمانا تھا کہ وہ اجماع کب منعقد ہوا بلکہ آپ کے طور پر تو جمع بین الحقیقت والمجاز یا جمع بین المعانی المشترکہ لازم آئے گا والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

صحت حدیث میں صرف صوفیا کا قول مستند نہیں

اور سنئے آپ حضرات صوفیہ کرام قدس اللہ اسرارہم کے ذمہ تصحیح اثر لگاتے ہیں اوّل تو یہ فرمائیے کہ تصحیح بیان معنی محتمل الوقوع سے کیونکر لازم آتی ہے یعنی جیسے میں نے اثر مذکور کے ایک معنے لکھے اور یہ کہا کہ ہم تکلیف عقیدہ نہیں دے سکتے پر اگر یہ اثر صحیح ہے جیسے محدثین فرماتے ہیں تو پھر صحیح ہی ہوگا تو آثر مخالف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نہیں الخ ایسے ہی اگر انہوں نے بفرض صحت کچھ فرمایا ہو تو اتنا فرمانا جیسے معارض صحت نہیں مفید صحت بھی نہیں بلکہ اگر وہ کسی حدیث کو صحیح کہیں تو تنہا ان کا قول قابل استناد و اعتماد نہیں

محدثین کو دیکھئے کہ روایاتِ صحاح میں کیا فرماتے ہیں والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

اور اتنی بات ہے اگر ان کا نا اہل ہونا لازم آتا ہے تو یوں کہنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس من اہل الشعر چنانچہ مفاد وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ یہی ہے آپ کے نزدیک معاذ اللہ ایسے ہی اقوال کا مصحح ہوگا۔

اور اسے بھی جانے دیجئے محدثین کی نا اہلی آپ کے قول پر آپ کے نزدیک لازم آوے گی۔ اور اگر فرض کیجئے کہ ان کو بروئے مکاشفہ وجود ہفت زمین بکیفیت متنازع فیہا عالم مثال میں معلوم ہوا ہے کہ اس سے اثر کی تصحیح کیونکر لازم آتی ہے۔ وہ ایک جدی بات ہے اور حاصل مضمون اثر ایک جدی بات ہے در صورت صحت اثر معلوم کوئی عاقل وعالم اس اثر کو عالم مثال پر محمول نہیں کرسکتا، آیت اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت کہ جیسے بیان واقع عالم مثال پر کوئی حمل نہیں کرسکتا اگر کرے تو کوئی سید احمد خانی کرے کہ آسمان و زمین کو عالم شہادت کے موجودات میں سے نہ سمجھتا ہو ایسے ہی اثر مذکور بھی بیان واقع عالم مثال پر دلالت نہیں کرتا۔

عالم مثال متعدد کے لئے عالم شہادت بھی متعدد ضروری ہے

بایں ہمہ عالم مثال کے لئے کوئی عالم عین یا عالم شہادت بھی چاہیئے جسکے موجودات کے لئے وہاں مثال تراشی جائے سو وہاں سات کا ہونا یہاں کے ہفت خاتم کے وجود کے لئے کافی ہے، کیونکہ در صورت فرض عدم خواتم اراضی سافلہ واقعہ عالم شہادت تعدد خواتم فی عالم المثال ممکن نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ تعدد موطن مثال کا کوئی قائل ہی نہیں جیسے عالم شہادۃ واحد ہے اُدھر تحقیق موجودات مثالیہ بوجہ انعکاس ضروری التسلیم ورنہ موجودات عالم شہادت اور موجودات مثالیہ ایک دوسرے سے مستغنی اور مستقل موجود نکلیں گے سو یہ بات ہمیں تو اتنی ہی مضر ہے

کہ ہم امکان ہی کے قائل تھے فعلیت نظیر محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائل نہ تھے اور آپ اپنی خبر لیجئے یہ عذر جو بمقابلہ اثر مذکور تھا بدتر از گناہ نکلا بالجملہ اقرار انعکاس ضروری ہے پھر جب مرأۃ واحد یعنی موطن مثال و انعکاس واحد ہے تو اگر ذی عکس متعدد نہ ہوں گے تو زمانیہ یہ تعدد خواتم فی عالم المثال کہاں سے آئے گا اس صورت میں آپ کا ارشاد خود ہمارے مطلب کی دلیل ہو جائے گا۔ غرض جیسے آئینہ واحد میں اگر ذی عکس ایک ہو تو ایک ہی عکس ہوتا ہے اور متعدد ہوں تو متعدد ایسے ہی موطن مثال کو خیال فرمایئے۔

ہاں زمانہائے مختلفہ میں حدوث امثلہ کثیرہ علی سبیل التناوب فی الحدوث ممکن ہے سو یہ وہ احتمال ہے جو آگے مذکور ہے یعنی اگر جزئیات عالم شہادت خاصکر ذات ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یا ہر مثال بنائی گئی ہو یعنی ایک کو بنایا اور پھر معدوم کر دیا پھر دوسرے کو بنایا اور معدوم کر دیا علے ہذا القیاس تو اول تو یہ معنی بشرط فہم اس اثر اور اس آیت کے پاس کو بھی نہیں پھٹکتے لبشہادت ذوق و فہم تمام عالم سبع سمٰوٰت و سبع اراضی مجتمعہ فی زمان واحد مراد ہیں دوسرے اس طرح سے بننا بنانا اگر کسی سے بروئے مکاشفہ منقول ہے تو اس کے لئے کوئی تعداد نہیں بلکہ اگر ثابت ہوگا تو یا عدم العلم ثابت یا لا تناہی فی جانب الماضی۔

اور اگر یہ مطلب ہے کہ ظلال و عکوس محمدی جہ جا موجود ہیں تو آپ ہی انصاف سے کہئے ہم نے اور کیا کہا تھا جس پر یہ شور و غوغا احباب جناب ہے مگر اس صورت میں جیسے ظلال و عکوس آئینہ موجودات عالم مثال میں سے ہیں اور خود آئینہ موجودات عالم شہادت میں سے ہے نقشۂ کمالات انبیاء اراضی سافلہ موجودات عالم مثال میں سے ہوگا اور خود ذوات انبیاء علیہم السلام موجودات عالم شہادت میں سے ہاں یہ کہئے کہ یہ بات وجود ثانی نقشۂ کمالات پر عالم شہادت میں دلالت نہ کرے گی۔

ہمدردانہ گذارش

مولوی صاحب! انصاف سے فرمائیں کہ میرا اس میں کیا نقصان ہے میں اثباتِ ثانی
میں رسالہ تحذیر نہیں لکھا اگر آپ کو افضلیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطلب نہیں
تو مجھ کو ثانی محمدی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے مطلب نہیں کسی کو ثانی سمجھوں تو مطلب ہو اگر سمجھتا تو انبیاءؑ
ماتحت کو سمجھتا جب انہیں کو ظلال وعکوس بتصریح کہا ہو چنانچہ مقامات متعدد تحذیر بتصریح اس
پر شاہد ہیں تو اور کسی کو موجودات عالم شہادت میں سے کاہے کو سمجھوں گا۔

رہا اعتقاد امکان وہ اور بات ہے ہاں اگر آپ کو افضلیت سے مطلب ہوتا تو بکشادہ پیشانی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی جانب سے افاضۂ کمال نبوت کے قائل ہوتے اور میری غرض افاضۂ
ذاتی سے اتنی ہی تھی اور صدر در و نشور وغوغائے نبوت سے بھی یہی مطلب تھا کہ پاس منصب
پیشوائی آپ کو سدراہ ہوگیا تس دعوائے محبت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے ذمہ
دعوی وجود مماثل نظیر بے سبب آپ لگا دیں ہم اگر اس انکار افاضہ پر آپ کو منکر افضلیت کہیں
اور تشہیر کریں تو کیا بیجا ہے مگر ہمارا حوصلہ دیکھئے کہ مخالفان تحذیر میں سے آپ کو نہ کسی اور کو
اس باب میں بدنام کیا۔

بعد خاتم مطلق خاتم اضافی کیوں ممنوع ہے

اور سنیئے ہم کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ بعد خاتم مطلق خاتم اضافی بھی نہیں ہوسکتا اگر بعدیّۃ
سے بعدیّۃ زمانی مراد ہے تب تو یہ غرض ہے کہ نہ ہوسکتا اگر مفید امتناع ذاتی ہے تو یہ کیونکر لازم
آیا بابقاء خاتمیت اور بشرط بقاء خاتمیت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرورت ہوگی سوا ایسی
ضرورت ضرورتِ وصفی ہوتی ہے ضرورت ذاتی نہیں ہوئی جو امتناع ذاتی ہو اگر امتناع بالغیر کو بھی

شامل ہے تو بجا ہے اور اگر بعدیّۃ ذاتی مراد ہے تو آپ کے قربان جایئے اور آپ کی ہدایت کے
قربان جایئے ایسے آدمی کہاں پیدا ہوں جو وجود اضافی کو وجود مطلق کیساتھ ممتنع سمجھیں سبحان اللہ!
لفظ نہیں ہوسکتا الخ کو دیکھنا چاہیئے۔

کیوں مولٰینا! یہ جو اطلاق لفظ مطلق کسی کلی پر اس غرض سے ہوتا ہے کہ مقید اور اضافی سے
احتراز ہو اور اس قرینہ سے وجود مقید بالالتزام سمجھا جاتا ہے کیا اسکی آپ کو خبر نہیں ایسے
بے خبر کیوں ہوگئے خیر اسے نہ مانیئے کوئی وجہ تو فرمایئے کیوں نہیں ہوسکتا آپ اپنے عقیدہ کی
نیو تو تھامیئے ہمارا فکر پیچھے کیجئے گا۔

عجیب شیوۂ مباحثہ

اور سنیئے آپ قند مکرر کی طرح بار بار الخاتم لیس بخاتم کے استلزام کو قرینۂ وجہ امتناع
خاتم مطلق بالذات فرماتے ہیں اوّل تو آپ کو ان مناقشات کا جواب لکھنا تھا جو متعلق امتناع
نظیر خاتمیت زمانی لکھ چکا ہوں اور وہ بھی نہ لکھتے تو اوّل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین کا
ضروریہ ہونا ثابت کرنا تھا مگر آپ کی مثل ہے ؏

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یہ عجیب شیوۂ مباحثہ ہے اپنے دعوے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں اوروں کے
اعتراضوں کے لئے جواب کی حاجت نہیں میرے سارے اعتراض اور محذورات کے جواب
تو آپ ہضم کر بیٹھے خدا کے لئے اتنا تو ہماری خاطر فرمایئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
خاتم النبیین کیونکر ضروریہ بضرورت ذاتی ہے مولٰینا سمجھ جایئے آپ کا یہ استدلال جو میرے
ہی قاعدہ سے ماخوذ ہے نہ آپکے سے مثل بیضۂ خاکی منتج مطلوب نہیں۔

زیادہ بجز التماس عفو تقصیرات اور کیا عرض کیجئے اگر کیجئے تو یہ عرض کیجئے کہ برائے خدا غور فرمایئے گا گستاخی معاف بے سوچے ہر بات کسی کی سمجھ میں نہیں آجایا کرتی۔ جلدی میں متعدد آدمیوں سے نقل کرا کر بغرض ضیاع چند اصل کو اپنے پاس رہنے دیا اور نقل روانہ کرتا ہوں رسید کا منتظر رہوں گا جواب تفصیلی آئیگا نہ آئے آپ جواب اجمالی کا پورا پورا جواب منصفانہ ضرور دیکھیئے گا۔ والسلام۔ مولوی محمد حسن صاحب سے یاد رہے تو میرا سلام فرما دیجئے گا۔

مرقومہ ۲۶ ذیقعدہ روز سہ شنبہ

مکتوب ثالث مولوی عبد العزیز صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حامداً و مصلیاً۔

نفقیر ناچیز محمد عبد العزیز بخدمت بابرکت مخدومی و مخدوم عالم مولینا محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام نیاز عرض رسا ہے کہ نامۂ نامی موجب امتیاز ہو کر کاشف ما فیہا ہوا۔

عالم مثال متعدد کے لئے عالم شہادت متعدد ضروری نہیں

فقیر نے کسی وقت میں اثر ابن عباسؓ سے انکار نہیں کیا البتہ حمل علی الظاہر سے انکار ہے سو ابھی تک ویسا ہی ہے اور آپ کے معنے ارشادی خاتم کو تو محال عرض کرتا ہوں و تسلیم کر لیا، کے کیا معنے ہیں ہاں نبی کنبیکم کو عالم مثال پر محمول کیا سو یہ آپ کا ارشاد نہیں جو اسکو تسلیم کر لینا تعبیر کیا جائے آپ نے تو ابھی تک ان معنوں کو تسلیم بھی نہیں کیا آپ کے نزدیک تو صحت ان معنی کی موقوف ہے تعدد مواطن عالم مثال پر حالانکہ وہ موطن واحد ہے شاید آپ تو ایک وقت میں چند اشخاص کا خواب میں دیکھنا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یا اور کسی کو محال سمجھتے ہوں گے کیونکہ ہر شخص کی ایک ہی مثال ہو سکتی ہے دو مثال جب ہوں جب عالم مثال متعدد ہوں یا عالم شہادت میں ایک شخص کی کئی صورتیں ہوں یا عوالم شہادت بھی متعدد ہوں۔

مولینا صاحب! ذرا دو چار آئینے گرد رکھ کر دیکھئے تو سب میں آپ کی ہی مثال

ہوگی پس آپ کو تو عنب و انگور کی جگہ زمین و آسمان فرمانا مناسب تھا مگر شاید مثل صادق کرنے کے لئے پانی میں خاک اڑائی ہے مولٰینا صاحب شکایت یہ ہے کہ آپ مزاح کی آڑ میں قذت فرماتے ہیں خود ہی انصاف سے فرمائیے کہ کسی کو گرگ اور بیضۂ خاکی کہنا داخل قذف ہے یا نہیں احتیاط اور قلم روکنے پر تو یہ کیفیت ہے اگر احتیاط نہ ہوتی تو دیکھئے کیا ہوتا خیر جو چاہے سو کہئے مگر اب دعوٰی کہ ہر میدان میں ہم ہی جیتیں گے اور آپ آگے اور ہم پیچھے ہوں گے اور قصد بننے کا بھی مصمم ہے۔

نبوّت کمالات ذات میں سے نہیں ہوسکتی

پہلے اس کا جواب دیجئے کہ ممکنات کے وجود و کمالات وجود سب میں موصوف بالعرض ہونے کا اقرار ہے تحذیر میں پھر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود ممکن ہونے کی کیوں موصوف بالذات بہ نبوت فرمایا اگر یہ فرماویں کہ نبوت کمالات وجود میں سے نہیں کمالات ذات سے ہے تو بھی باطل ہے۔

اوّلاً اس واسطے کہ نبوۃ اگر کمالات ذات و لوازم ذات نبی ہوتی تو سب انسان نبی ہوتے اور سب موصوف بالذات بہ نبوت ہوتے کہ کوئی موصوف بالعرض اس وصف میں نہ ہوتا اور یہ بدیہی البطلان ہے انبیاء دیگر علیہم السلام کو آپ بھی موصوف بالعرض فرماتے ہیں حالانکہ سب انسان ہیں نوعًا متبائن فرمانا آپ کا مکابرہ بیّنہ ہے۔

ثانیاً آپ ہی فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہ ہوگا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مستغنی عن اللہ وعن صفاتہٖ سمجھے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ لوازم میں جعل کی حاجت نہیں مجعولیت ذات مجعولیت لوازم کے لئے کافی ہے اور بر تقدیر لزوم ذاتی نبوّت کے استغناء عن اللہ لازم آئے گی کیونکہ آپ کے نزدیک لازم مقتضاء ذات ملزوم ہوتا ہے بلکہ عین ذات ہونا بھی مسلّم ہے۔

ثالثاً ممکن من حیث ھو ممکن کے کمالات وجود وہ ہیں جو مع الوجود یا بعد الوجود عارض ہوں قبل الوجود امکان و افتقار ذات ممکن ہے اگر اس کو لازم ذاتی فرماویں تو بجا ہے مگر نبوّت تو قبل وجود نہیں ہوسکتی بعد الوجود ہوگی یا مع الوجود پس لازم وجود سے ہوئی یا لواحق وجود سے نہ لوازم ذات سے یہ فرمائیے کہ لازم ذات ہونے کی کیا دلیل ہے اور بر تقدیر لازم ذاتی ہونے کے اور انبیاء کی ذات سے کیوں ممکن الانفکاک ہوئی اور ہماری ذات سے کیوں منفک ہوئی ہم انسان نہیں مادہ انسان تھے اور دیگر انبیاء بھی موصوف بالذات سے مثل ابنیوں کے نوعًا مبائن ومتبائن تھے یا مشارک تھے اگر مبائن تھے تو اسکی کیا دلیل ہے۔

یاد رہے کہ جوابات محذورات سوائے تین کے فقیر کے پاس نہیں پہنچے جو دلیل مطلوب ہے ان میں اگلی بودہ کرر ارشاد ہوجائے۔

قضیہ ضروریہ اور ممکنہ کی بنیاد پر دو اعتراض

اب اس دلیل بے ربط کا ربط سمجھئے جو طلسم بیضۂ نور و شتر سے کم نہیں سنئے کہ طنبورہ چہ مے گوید و من چہ گویم۔

اب فرماتے ہیں کہ خاتم کے معنے ہیں موصوف بالذات اور موصوف بالذات وہ ہے جس کو نبوّت لازم ہے اور جس کو نبوّت لازم ہے موصوفیت بالذات اس کو لازم ہے تو خاتم کو خاتمیت لازم ہوئی پس الخاتم خاتم قضیہ ضروریہ ہوا اور بر بناء قاعدہ جناب سلب خاتمیت خاتم سے ممتنع بالذات پھر اس قاعدہ کے موافق محمد خاتم النبیین قضیہ ضروریہ ہے ممکنہ فرمانا آپ کا غلط ہے اگر ممکنہ ہوتا تو خاتمیت کا انفکاک ذات خاتم سے درست ہوتا اور خاتمیت نام تھا لزوم نبوّت کا پس انفکاک لزوم جائز ہوا اور نبوت لوازم ذات سے نہ ہوئی مولٰینا

صاحب تسلیم یہ اول جیت ہے مبارک باد یہ خوب ممکنہ ارشاد فرمایا جس نے استدلال کو بھی مستاصل کر دیا موصوف بالذات موصوف بالذات سے نہ رہا۔

اب سنیئے کہ امتناع ذاتی نظیر خاتم سے وجوب ذاتی خاتم کا بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ وجوب ذاتی محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا الزام صرف اپنی اصطلاح جدید پر مبنی ہے کہ از قبیل ایجاد بندہ ہے اعنی مواد ثلثہ ضرورت ایجاد کو مادہ وجوب ذاتی کا اور مواد ثلثہ امتناع ایجاب کو مادہ امتناع ذاتی کا قرار دیا حالانکہ دونوں غلط ہیں اگر ضرورت ایجاب مستلزم وجوب ذاتی ہوتی تو الحجر حجر بالضرورۃ سے حجر کا واجب الذات ہونا لازم آتا اور الحجر شجر بالامتناع سے شجریت حجر کا ممتنع بالذات ہونا حالانکہ دونوں ممکن بالذات ہیں ح لینا صاحب تسلیم یہ دوسری جیت ہے فقیر نے جو مناقشہ فی الاصطلاح نہ کیا اور اسی اصطلاح پر مبنی کر کر آپ پر الزام لگایا تو فرمانے لگے کہ یہ الزام بر بناء ہیں قاعدہ تجھ پر بھی لازم آتا ہے سبحان اللہ قاعدہ آپ کا اور الزام فقیر پر لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی

توحید محمدی کے عدم وجوب اور امتناع ذاتی نظیر خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل

اب دلیل امتناع ذاتی نظیر خاتم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنیئے مولینا صاحب واجب بالذات ممتنع بالذات ان کو نہیں کہتے جن کو آپ سمجھے بلکہ واجب بالذات اس کا نام ہے جو بالنظر الی نفس ذاتہ ومفہومہ ضروری الوجود ہو اعنی اس کا وجود لازم ذات یا عین ذات ہو اور ممتنع بالذات اسکو کہتے ہیں جو بالنظر الی الذات ضروری العدم ہو اعنی عدم اسکا لازم ذات یا عین ذات ہو مثال واجب بالذات کی سوائے اللہ سبحانہ وتعالی کوئی نہیں اور نہ متصور ہے تفصیل اسکی مقتضی لبسط ہے اور مقام بھی غریب ہے اور ممتنع بالذات کی مثال عدم محض اور اجتماع نقیضین وارتفاعہما اور

نظیر واجب اور نظیر اول اور نظیر آخر وغیرہا ہیں یہ سب بالنظر الی ذاتہا ونفس مفہومہا دستیخ حقیقتہا ضروری العدم عند العقل السلیم ہیں۔

آخرین کے امتناع پر تنبیہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اول وہ واحد ہے جس کے قبل اسکے سلسلہ کا کوئی نہ ہو اور آخر وہ واحد ہے جس کے بعد اس کے سلسلہ کا کوئی نہ ہو پس اگر اول سلسلہ دوسرا ہو تو قبل اس اول کے ہوا یا بعد اگر قبل ہو تو یہ اول اول نہ رہا ہف اور اگر بعد ہو تو وہ اول نہیں ہف علی ہذا اگر آخر سلسلہ دوسرا ہو تو بعد الآخر ہوگا یا قبل اگر قبل ہو تو یہ آخر نہیں ہے ہف۔ اور اگر بعد ہو تو آخر اول نہ رہا۔ ہف

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول مخلوقات ہیں بدلیل اول ما خلق اللہ نوری اور آخر الانبیاء ہیں بدلیل خاتم النبیین پس نظیر آں علیہ السلام کا دونوں وصفوں میں ممتنع بالذات ہے اور اوصاف آخر میں ممکن بالذات اور ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع جمیع اوصاف کے ممکن بالذات ہے نظیر وصفی کے امتناع ذاتی سے وجوب ذاتی ذات محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہم بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ لازم آوے یہ آپ کا قضیہ کہ اگر سلب توحید محمدی ممتنع بالذات ہوگا تو توحید محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب بالذات ہوگا مستلزم وجوب ذاتی توحید کا ہے ۔ ۔ ار قاعدہ فاسدہ مذکورہ نہ وجوب ذاتی ذات محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مطلوب تھا قلم ہیثبت ۔

دوسرے یہ تو فرمایئے کہ بر تقدیر قول امتناع ذاتی نظیر کے سلب توحید کا واجب بالذات ہونا کیسے لازم آتا ہے کیا نظیر کو ممتنع بالذات کہنے سے توحید محمدی ہماری عین ذات محمدی ہو گئی یا جزو یا لازم ذات ہو گئی جو ایجاب توحید آپ کے قاعدہ سے واجب بالذات اور سلب توحید ذات سے ممتنع بالذات ہوئی۔

مولینا صاحب اپھر تسلیم یہ تیسری جیت ہے ہاں یوں فرمایئے کہ بر تقدیر امتناع

ذاتی نظیر بجھ پر واجب اور فرض ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واحدٌ لانظیر لہ کہے سو یہ بدون آپ کے ارشاد کے ہے اپنا ایمان قرار دیا ہے ۔

مگر یہ تو فرمایئے اس قضیہ میں واحد کے عین موضوع اور جزء موضوع ہونے سے وجوب ذاتی موضوع کا کیسے لازم آتا ہے دیکھئے کہ کل واحد واحد عین موضوع ہے اگر قول آپ کا صحیح ہو تو چاہیئے کہ ہر واحد واجب بالذات ہو علیٰ ہذا ثلثہ اثنان و واحد میں واحد جزء موضوع ہے اگر قول آپ کا صحیح ہو تو چاہیئے کہ ثلثہ واجب بالذات ہو پھر یہ قول

"ذکہ در ضروری اشتمال ذات بر کنہ وحدۃ مذکور لازم آئے گا"

محض غلط ہے اس واسطے کہ جائز تھا کہ لازم وجود موضوع یا عارض مفارق ہو اور یہاں لازم وجود ہے اسی وجہ سے ضروری الحمل ہے مگر اس ضرورت سے وجوب ذاتی موضوع ہرگز لازم نہیں آتا جیسے سواد یا بیاض کے لازم وجود حبشی و رومی ہونے سے واجب بالذات ہونا حبشی اور رومی کا لازم نہیں آتا۔

اور بر تقدیر لازم ذاتی ہونے واحد کے بھی وجوب ذات موضوع کا لازم آنا غلط ہے دیکھو زوجیت لازم ذات اربع کی ہے اور کوئی اربع واجب بالذات نہیں مولٰنا صاحب ایجوا

افضلیت و مفضولیت کا مدار

اور افضلیت و مفضولیت کو جو مشککات سے فرمایا مسلم ہے مگر مدار اس تشکیک کا صرف موصوف بالذات افضل و موصوفیت بالعرض مفضول پر ہی نہیں جیسے آپ سمجھے ہیں بلکہ زیادۃ فی العلم ایک کی دوسرے پر کافی ہے موصوف بالذات کا محال ہونا کر عرض کر چکا فقیر کو افضلیت ثابت کرنے سے کیسے موصوف بالذات ماننا پڑے گا اب تو آپ ہی اس موصوفیت سے منکر ہو گئے فرماتے ہیں کہ:

"عبد العزیز مطلب سے مطلب ہے، افاضہ و استفاضہ تو عالم میں مشہور ہے پھر جو شخص مفیض کو عالم اسباب و کائنات میں موصوف بالذات کہے اگرچہ یہ کہنا اس کا مخالف اصطلاح اہل حق کے ہے مگر اس کا مواخذہ کرنا مواخذہ لفظی ہے انتہی ملخصاً"

مولٰنا صاحب بالتسلیم یہ پانچویں جہت ہے کہ فقیر کو پہلے ہی سے مطلب سے مطلب تھا کہ آپ کی مخالفت و مواخذہ سے کچھ غرض نہ تھی جس وقت آپ نے اصطلاحی موصوف بالذات و بالعرض سے انکار کیا محذورات آپ کے پاس نہ بھیجے اور آپ کو اطلاع بھی کر دی مگر کیا کیجئے آپ کے آشناؤں نے آپ کو کشاکش میں ڈالا اخیر اب مفیض کہنے میں کچھ مناقشہ نہیں فقیر کا بھی یہی مسلک ہے کہ حضور فیض گنجور واسطہ فیض جمیع عالم ہیں مگر عالم کے قلم یا منہ سے اگر کوئی کلمہ خلاف اصطلاح اہل علم نکلے تو البتہ قابل مواخذہ کے ہوتا ہے خصوصاً وہ کلمہ جو موہم کفر یا شرک ہو ایسے کلمہ سے احتیاط بہت ضرور ہے اور کسی نبی خاتم یا غیر خاتم کا تحقق بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آپ کے نزدیک بھی ممتنع ہے بالغیر ہی سہی پس یہ نہ فرمایئے کہ اگر بہت ہوں تو بھی بہتیرے اور اگر چھ ہوں تو بھی کچھ نقصان نہیں افضلیت ہی بڑھے گی ایسے واہیات سے زبان و قلم بند کیجئے پھر ہماری آپ کی صلح ہے بسبب عدیم الفرصتی کے جواب میں دیر ہوئی معاف فرمایئے مختلف اوقات میں دو دو چار چار سطر لکھ کر ختم کیا ہے۔

مولوی محمد حسن صاحب سلام عرض کرتے ہیں

اور مدرسہ بریلی میں نوکر ہو گئے ہیں۔ فقط

*

مکتوب ثالث قطب العالم مولینا مولوی محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

عالم مثال کی حقیقت اور اس کے اثرات

عبداللہ بن عباس رضی نے اثر مذکور کو تفسیر آیۃ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ میں ذکر کیا ہے اگر اس کو مثال پر محمول کریں تو آیت کو بھی عالم مثال ہی پر محمول کرنا پڑے گا اور آیت کو عالم شہادت پر رکھیے تو اثر بھی بیان حال شہادت ہی ہوگا اور اگر عالم شہادت پر محمول ہی کریں تو پھر بھی اقرار شش امثال ضرور ہے

کیونکہ عالم مثال مطلق حضرات صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک ہے البتہ عالم خواب اور مرایا اور مظاہر جو ان کے نزدیک عالم مثال مقید ہیں متعدد سو ان کا تعدد اسکی وحدت کے معارض نہیں بلکہ مقتضی وحدۃ مطلق ہے کیونکہ مقید کتنے ہی کیوں نہ ہوں مطلق ایک ہی ہوتا ہے، سو جیسے ایک آئینہ میں ایک کا ایک ہی عکس ہوتا ہے اور سات کے سات ایسا ہی عالم مثال مطلق میں ایک کا ایک عکس اور سات کے سات عکس ہوں ہاں جیسے ایک آئینہ کے ہزار ٹکڑے کر لیجئے تو پھر ایک کے ہزار ہی عکس ہونگے ایسے ہی عالم مثال مقید میں بشرط تقابل ایک شئے کے بقدر تعداد مقیدات عکس ہو سکتے ہیں لیکن اتنا فرق ہے کہ آپ کے نزدیک وہ امثال عکسی بجمیع الوجوہ مثل محمدی ہونے

چاہئیں اور ہمارے طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس آپ کی مثل ہوگا اور انبیاء ماتحت کا عکس ان کی مثل سو ہم کو تو کچھ مشکل نہیں پر آپ کیجئے امتناع کی جا فعلیۃ ثابت ہوگئی کیونکہ تعدد مواطن سے اوصاف ذاتیہ نہیں بدلتے ورنہ لازم ذات وقت حصول فی الذہن جدے ہو جایا کرتے اس صورت میں وہ امکان جو فعلیہ عالم مثال سے ظاہر ہے اس عالم میں بھی بدستور رہے گا گو کسی غیر کے باعث ممتنع الوجود ہے اور امتناع بالغیر اس پر عارض رہے۔

باقی یہ احتمال کہ آئینہ وغیرہ میں اگر عکس نظر آتا ہے تو کوئی چیز مباین ذی عکس نہیں ہوتی بلکہ نگاہ پلٹ کر ذی عکس ہی پر پڑتی ہے اول تو مصنفات قدوۃ الاولیاء سر دفتر عالم تحقیق حضرت شیخ محی الدین عربی اسکے مخالف دوسرے اس صورت میں مدرکات احوال اور اس میں کیا فرق رہے گا پھر اس صورت میں ایسے امور غیر واقعیہ کو تفسیر کلام اللہ میں ذکر کرنا ایسے حضرات سے متصور نہیں۔

ہاں تصحیح کلام حضرت شیخ موصوف بظاہر اس بات کو مقتضی ہے کہ عالم مثال ایک عالم مستقل ہے مگر یہ بات مجھ کو اتنی مضر نہیں جتنی آپ کو کیونکہ عقیدہ امتناع کی جگہ فعلیت ثابت ہوگئی۔

دوسرے یہ کیا ضروری ہے کہ انعکاس نگاہ نہ ہو تو استقلال بھی نہ ہو بلکہ ایک دوسرے میں بھی بشرط وجود ہو وجود اور کمالات وجود منجملہ واجبات ہیں اگرچہ ان کا فیض ممکنات کو پہنچا ہو اور اس وجہ سے اوصاف مشترکہ میں شمار کئے جاتے ہوں مگر جیسے صفات تنزیہ یا دہ جال جو صفات تنزیہ اور تحدید سے مرکب ہے خدا کے خواص میں سے ہیں ایسے ہی اعدام ملکات اور وہ اوصاف جو مرکب من الوجود والعدم الملکہ ہیں خواص ممکنات میں سے۔

نبوت صفتِ خداوندی نہیں بلکہ آنحضرتؐ کا وصف ذاتی ہے!

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جیسے واجب تعالےٰ شانہٗ بسیط اس کے لوازم ذات بھی بسیط

وواجب ہیں جیسے ممکن خاص مرکب من الوجود والعدم ہیں چنانچہ ممکنہ خاصہ کا مرکب من الموجبہ

والسالبہ ہونا اس پر شاہد ہے ایسے ہی اس کے اوصاف ذاتیہ بھی مرکب من الوجود والعدم للملکہ

ہیں ایسے اوصاف لوازم ذات واجب تعالیٰ شانہٗ نہیں ہو سکتے سو نبوت بھی منجملہ اوصاف

ممکنہ مرکبہ من الوجود والعدم ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی صفات میں سے نہیں کسی ممکن ہی کا وصف

ذاتی ہوگا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ول ماشاد وچشم ماروشن ورنہ جو ہوگا وہی افضل

ہوگا وہی خاتم زمانی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی نہ رہیں گے نعوذ باللہ۔

ہاں اگر فرق افضلیت ومفضولیت ما بین الانبیاء نہ ہوتا تو سبھی کو موصوف بالذات کہتے

مگر فرق افضلیت سے ظاہر ہے کہ باوجود تفاوت معلوم نبوۃ مطلق سب میں مشترک ہے

سوا اس کے اور کسی بات کا فرق ہے سو وہ امر مشترک لاریب کلی متواطی ہوگا ورنہ فرق مراتب

ہوگا تو پھر ایک امر مطلق مشترک ماننا پڑے گا سو وہ نبوت مطلقہ چونکہ منجملہ اوصاف ہے

لاجرم کسی ایک ہی ممکن ہی کے اوصاف ذاتیہ میں سے ہوگی ورنہ پھر سب اول ہی درجہ کے

نبی ہوتے کسی میں کمی نہ ہوتی کیونکہ اوصاف ذاتیہ مطلقہ متواطیہ میں کمی بیشی متصور نہیں نقصان

کا احتمال نہیں مطلق ہمیشہ کامل ہوتا ہے مقید ناقص کیونکہ تقید کو تقیض لازم ہے چنانچہ

ظاہر ہے کہ بالجملہ نبوت مطلقہ وصف ذاتی ہوگی تو کسی ایک ہی کی ہوگی وہ ایک اگر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں تو جو ہو وہی افضل ہو وہی خاتم زمانی ہو کیونکہ عمدہ نعمت آخر میں دیا

کرتے ہیں اس صورت میں نعوذ باللہ کسی اور کا انتظار لازم ہے ہم نظیر کو ممتنع بالغیر کہتے

تھے آپ کو زمانہ مستقبل میں واقع ماننا پڑے گا۔

ہاں اگر نبوت منجملہ ممکنات نہ ہوتی اوصاف وجودیہ بسیطہ غیر مرکب من العدم سے ہوتی

یعنی اوصاف واجبہ میں سے ہوتی تو پھر صفات مشترکہ بین الواجب والممکن میں سے ہوتی اور ممکنات

میں مکتسب من اللہ ہوتی جبکے یہ معنی ہوتے کہ خداوند تعالےٰ شانہٗ نبی تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کی نبوت اسکی نبوت کا اسی طرح پرتو ہے جیسے علم محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اسکے علم کا پرتو۔

نبوت سے اگر وہ بات مراد ہے جو بعد تولد محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں عطا ہوئی وہ تو وہ تھی

بعد الوجود ہے مگر جس نبوت کی طرف حدیث وآدم منجدل الخ مشیر ہے وہ اگر لازم ماہیت ہو تو کیا

حرج اور اس کے بطلان پر کیا دلیل

تحذیر الناس میں خاتم کے معنی مرادی اور اسکی توجیہ

ہاں خاتم بوجہ اطلاق ودلالت سیاق وسباق وقرائن وشواہد

مسطورہ فی التحذیر خاتمیت مرتبی پر دلالت کرتا ہے جس سے نبوت کا لازم ماہیت محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم ہونا لازم آتا ہے نبوت لازم ذات شخصیہ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اس ذات

میں کوئی آپ کا یا کسی اور کا شریک نہیں ہو سکتا اور اگر ماہیت نوعیہ ہی مراد لیجئے تو اس پر

کیا دلیل ہے کہ مرتبہ بشریتہ ہی ماہیت نوعیہ ہے ہزاروں کلیات ایک ایک فرد میں مجتمع ہوتی

ہیں پھر بشریتہ اگر حقیقتہ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے تو اس کا متواطی ہونا کہاں سے ثابت

ہو گیا بلکہ اختلاف آثار سے ظاہر ہے کہ کلی مشکک ہے اور اس وجہ سے لوازم بشریتہ میں

بھی تفاوت ہے جیسے نور متفاوت المراتب میں مراتب مختلفہ کے نام جدے جدے ہو گئے

کہیں دھوپ کہیں چاندنی ایسے ہی منجملہ لوازم ذات بشریہ ایک لازم کا نام بوجہ تفاوت
مراتب کہیں نبوت ذاتی ہوا کہیں نبوت عرضی کہیں الہام کہیں علم وادراک وشعور احکام
فطریہ کہیں قابلیۃ علم مذکور موصوف بالذات کو بوجہ اختتام مراتب مجازاً معنی خاتم کہدیا تو
کیا جرح ورنہ زید کا معنی مجازی اسد ہونا غلط نہ ہوجائے مگر جیسے بوجہ تجوز ایک جا موصوف
بالذات کو معنی خاتم کہا تھا معنی حقیقی کی طرف بھی بہت تصریحات موجود نہیں

معنی حقیقی خاتم تو میرے نزدیک بھی وہی آخر ہے مگر تقدم وتاخر کی تین انواع ہیں منجملہ
تقدم وتاخر مراتب بھی ہے جہاں کبھی مبدأ اس طرف قرار دیتے ہیں اور جانب علیا آخر ہوجاتی
ہے کبھی مبدا اس طرف ہوتا ہے اور آخر ادھر ہوجاتا ہے خدا تعالیٰ کا اول وآخر ہونا اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول آخر ہونا اسی قسم کا ہے خاتم النبیین میں مبدا اُدھر ہے منتہیٰ ادھر
اول ما خلق اللہ نوری میں مبدا ادھر ہے اور منتہیٰ ادھر بالجملہ مفہوم موضوع لہ خاتم میں کچھ تصرف
نہیں فقط مجازاً بوجہ قرینہ سیاق ایک جا شاید معنی موصوف بالذات لکھدیا ہے۔

گر اس قسم کے مضامین کہ تقدم وتاخر انواع ثلثہ پر اسی طرح دلالت کرتا ہے جیسے انواع
مختلفہ پر حیوان یا یہ بات کہ موصوف بالذات پر فیض ختم ہوجاتا ہے یا یہ جیسے آفتاب پر سلسلہٴ
فیض نور ختم ہے ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فیض نبوت ختم ہوتا ہے اس بات
کے سمجھ لینے کے لئے کافی تھا کہ خاتم بمعنی آخر ومتاخر ہے۔

مگر خیر پھر بھی آپ کو کچھ نفع نہیں اگر خاتم بمعنی موصوف بالذات بطور حقیقت لیجئے
تو درصورت تولد نبی دیگر بعد نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم الخاتم لیس بخاتم بمعنی سلب الشئ
عن نفسہ پھر بھی لازم نہیں آتا کیونکہ حاصل اس جملہ کا اس صورت میں یہ ہوگا الموصوف بالذات
لیس بخاتم زمانی اور اگر دوسرا بھی موصوف بالذات ہو تب بھی کچھ خرابی نہیں الموصوف بالذات
لیس بموصوف بالذات یا المتاخر الزمانی لیس بمتاخر الزمانی تو لازم آتا ہی نہیں لازم آتا ہے

تو یہ لازم آتا ہے کہ الموصوف بالذات متعدد سو یہ ہمارے لئے کیا مضر ہے مضر تھا تو وقوعٴ
تھا جب اس کو فرض کیا جائے تو اس میں کیا خرابی ہے ہاں یہ صحیح کہ اگر خاتم مرادف موصوف
بالذات ہو تو پھر محمد خاتم النبیین قضیہ ضروریہ لیکن اس کا ضروریہ ہوجانا ہم کو مضر نہ ہوگا
آپ کو مفید نہ ہوگا۔

گر جب انصاف ہی ٹھہرا تو پھر سچی بات ہی کیوں نہ کہیئے قضیہ محمد خاتم النبیین
میں میرے نزدیک بھی خاتم کا مفہوم تو وہی ہے جو اوروں کے نزدیک ہے پر بنا رخاتمیت موصوفیۃ
بالذات پر ہے جس کا مصداق ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اور جب خاتم کا وہی مفہوم مراد ہے تو پھر
قضیہ محمد خاتم النبیین بیشک ممکنہ ہے ضروریہ ہرگز نہیں ورنہ اوصاف اضافیہ کا انفکاک ممکن نہ ہو
اور لازم ذات کہنا پڑے یعنی درصورت فرض عدم مخلوقیت انبیاء دیگر فی الزمان الماضی
بھی آپ کو خاتم کہیں اور درصورت عدم سماء وسقف زمین کو تحت کہیں اور درصورت عدم
اولاد والد کا اطلاق درست ہو

ممتنع نظیر بالذات کے لئے احاطہ بکل شئ لازم ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ممتنع النظیر بالذات کہئے تو دو حال سے خالی نہیں۔

اگر سارا خزانہٴ وجود خداوندی آپ کو مل گیا اور اس لئے دوسرے کی گنجائش ہی نہیں تب تو
امتناع نظیر مسلم مگر خدا تعالٰے کے نظیر کا واقع ہونا بھی مسلم خدا تعالیٰ بکل شئ محیط تھا دوسرے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی محیط نکلے اور چونکہ سدا وجود اپنے قابو میں ہے تو پھر دوسرے
کی احتیاج بھی نہیں اسی کا نام وجوب ہے۔

اور اگر سارا وجود نہیں ملا تو لاجرم ایک وجود محدود ملا ہوگا مگر چونکہ خدا کا وجود غیر محدود ہے اور امثال محدود و غیر محدود میں سے غیر محدود نکل سکتے ہیں تو امکان امثال غیر متناہیہ بھی مسلم ہوگا۔

رہا یہ احتمال کہ ملا تو سارا پر بالعرض ملا ایک احتمال غلط ہے اوصاف عرضیہ صادر من الموصوف بالذات کے حق میں انتزاعی ہوتی ہیں چنانچہ مشاہدہ حال شعاع صادر من الشمس اور دھوپ کے دیکھنے سے واضح ہے سو در صورت تسلیم اتصاف عرضی سارے وجود کا ملنا محال نہ ہو تو یوں کہو کہ انتزاعیات اور منشائے انتزاع برابر ہو جاویں بایں ہمہ مساوات فی جہۃ واحدۃ کی بھی ہے کم سے کم ایسا احاطہ تو ہو جیسا سطح محیط جسم یا خط محیط سطح میں ہوتا ہے اس لیے کہ انتزاعیات اطراف منشائے پر ہوا کرتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے سو اگر احاطہ ہوگا تو سارا وجود فی جہۃ واحدۃ بھی نہ مل سکے گا مگر اس صورت میں ایک تو خدا تعالیٰ محیط رہے گا محاط بن جائے گا دوسرے وَاِنْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ غلط ہو جائے گا اس لیے کہ شے سے آیہ میں مخلوقات و موجودات خارجیہ معلوم ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس میں داخل اور در صورت مفروض ظاہر ہے کہ ایک سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔

چنانچہ بر دستے انصاف آپ بھی سمجھتے ہی ہوں گے اور بمقتضائے بشریت دھوکا ہوا تو اب تو انشاء اللہ آپ کے دھیان میں یہ بات آ ہی گئی ہوگی الحجر حجر بالضرورۃ سے ہماری طور پر الحجر واجب الوجود لازم نہیں آتا کیونکہ مادہ وجوب خود وجوب سے ایسا عام ہے جیسا مادہ جسم زید و عمرو یعنی عناصر اربعہ جسم زید و عمرو سے عام ہے۔

غرض مادہ وجوب کہنے سے وجوب کا لزوم غیر مسلم اور اگر تسلیم ہی کیجئے تو یہ معنی ہیں کہ وجوب عام ہے اور وجوب وجود خاص اللہ موجود کا مفاد وجوب وجود ہے اور خدا تعالیٰ کا واجب الوجود ہونا اسکی صحت کو لازم اور الحجر حجر بالضرورۃ کا مفاد وجوب حجریۃ ہے اور حجر کا

واجب الحجریۃ ہونا اوسکی صحت کو لازم واجب الوجود ہونا لازم نہیں۔

ہاں جیسے تصور عام ہے اور اکثر بمقابلہ تصدیق بولتے ہیں اور تصور فقط مراد لیتے ہیں ایسے ہی لبا اوقات واجب بولتے ہیں اور واجب الوجود مراد لیتے ہیں اور آپ کو اس لیے یہ دھوکا ہوا لیکن جیسا تصور معہ حکم میں بقرینۂ حکم تصور عام مراد ہے ایسے ہی عام لبتول کے بیان میں عام ہی وجوب مراد تھا اس قرینہ سے آپ کو سمجھ لینا تھا اور معنی خاص مراد نہ لینے تھے۔

باقی شجریۃ حجر کو ممکن کہنا غلط آپ کے طور پر بھی اس کا محال ہونا ضرور ہے شجریۃ حجر مثل اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین بالنظر الی الذات والمفہوم ضروری العدم ہے ہاں شریک الباری کو اگر اس طور پر واجب کہئے اور ممتنع نہ کہئے تو بجا ہے کیونکہ ذات شریک الباری وہی ذات باری ہوگی ورنہ شریک الباری نہ ہوگا علی ہذا القیاس وہ مفہوم جو بمقابلہ ذات موضوع ہوگا وہ مفہوم بھی ضرورت وجوب ہی کو مقتضی ہوگا۔ اس صورت میں ضرور ہے کہ شریک الباری بالنظر الی الذات اور بالنظر الی المفہوم الموضوع بمقابلہ الذات دونوں طرح ضروری الوجود ہو اور آپ کے نزدیک واجب کے یہی معنی تھے مگر آپ کے اس ارشاد سے تعجب آتا ہے کہ الحجر شجر بالامتناع سے شجریۃ حجر کا ممتنع بالذات ہونا لازم آتا ہے حالانکہ ممکن ہے اور وجہ تعجب کی یہ ہے کہ سیاق عبارت اس بات کو مقتضی ہے کہ الحجر شجر بالامتناع کو تو آپ مانتے ہیں پر شجریۃ حجر کا امتناع ذاتی نہیں مانتے اور چونکہ میرا الزام منظور ہے تو قضیہ الحجر شجر بالامتناع میں امتناع ذاتی ہی مراد ہوگا اور یہ معنی ہوں گے کہ شجریت حجر ممتنع بالذات بھی ہے اور ممکن بالذات بھی ہے خدا جانے آپ سے غلطی یا سبقت قلمی ہوئی۔

اول کا اوسط ہونا مادام اول محال ہے اور یہی ہمارا اعتقاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مادام خاتم اوسط نہیں ہو سکتے یعنی اور نبی آپ کے بعد پیدا نہیں ہو سکتا

مگر یہ وصف خاتمیت اوصاف ضروریہ النبوت میں سے نہیں ورنہ لازم ذات ہوا ور تنہا
ہوتی یا اوروں کے ساتھ آپ کا خاتم ہونا ضروری ہو سو یہ ایسی بات ہے جیسے آسمان و
سقف وغیرہ کے نہ ہونے پر ہم زمین کو تحت کہئے یا اولاد نہ ہونے پر کسی کو والد کہئے اور
جب یہ وصف ضروری النبوت للذات نہ ہوا تو اس کا زوال ممکن ہوا اگر امکان زوال
خاتمیت بلے مکان وجود نبی دیگر ممکن نہیں۔

زمین وزماں اور کون ومکاں کو شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے نہ کہ آپکو انکی وجہ سے!

علاوہ بریں خاتم بمعنی الآخر زمانا ہو تو افراد النبیین سب کے خارجیہ ہوں گے کیونکہ
افراد مقدرہ میں سے تو وہ بھی ہیں جو بعد میں فرض کئے جائیں اور ظاہر ہے کہ آپ ان کے
خاتم نہیں یوں ہم نہیں کہہ سکتے کہ جیسے الانسان الناہق انسان مطلق کے افراد خارجیہ اور
مقدرہ میں سے نہیں گو اطلاق افراد اس پر صحیح ہو یعنی فرد مفروض ہوا ایسے ہی نبی مفروض
بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم افراد مقدرۃ النبیین میں سے نہیں اس لئے کہ مفہوم ناہق مفاد
مفہوم مطلق ہے جو انسان میں ماخوذ ہے اور نبی مفروض بعد الخاتم میں کوئی ایسا مفہوم نہیں جو
مفہوم النبیین کے مخالف نہ ہو اس صورت میں آپ کی خاتمیت اضافی ہوگی مطلق نہ
ہوگی اور ظاہر ہے کہ کسی اور نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت اضافیہ زائل نہیں ہو سکتی
افراد خارجیہ کے تو بہر حال آپ خاتم ہی رہے ہاں ہمارے طور پر افراد مقدرہ کے لینے کی
گنجائش ہے مگر ہم کو کیا ضرورت ہے جو خود کہئے۔

الغرض کسی اور نبی کے پیدا ہونے سے اگر خاتمیت جاتی ہے تو ہمارے طور پر جاتی
ہے آپ کے طور پر نہیں جاتی اس صورت میں اس دلیل سے آپ کو کیا فائدہ علاوہ بریں

اگر وصف خاتمیت زمانے میں آپ کا نظیر ممتنع بھی ہوا تو آپ کو کیا فائدہ اور ہمارا کیا
نقصان ہمارا مطلب تو یہ ہے کہ ایسے صاحب کمال خدا تعالٰے اور بنا سکتا ہے جب
آپ یوں کہتے ہیں پس نظیر ان علیہ السلام کا اولیت اور آخریت میں ممتنع بالذات
اور اوصاف اُخر میں ممکن بالذات تو فیصلہ ہو گیا وصف خاتمیت سے تو نہ ہم کو بحث
ہے نہ مولٰینا محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کو بحث تھی اگر تھی تو باعتبار کمال تھی سو خاتمیت
یا اولیت زمانی کچھ کمال نہیں ورنہ ہر زمانہ سے افضلیت کا استفاضہ ماننا پڑے گا یعنی ہوں
گے زمانۂ اول آپ پیدا ہوئے وہ اشرف تھا آپ بھی اشرف ہوں گے سو یہ غلط۔

ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ زمین وزمان اور کون ومکان کو آپ سے شرف ہے آپ
کو ان سے شرف نہیں

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ میں اسلام وکفر مراد ہیں ان کے حق و باطل ہونے کے
یہ معنی ہیں کہ اعتقاد اسلام وکفر کا مجزعنہ حق وباطل ہے ورنہ اسلام وکفر کو باعتبار وجود اسلام
وکفر دیکھئے تو دونوں حق ومتحقق ہیں ایسے ہی توحید کے حق وباطل ہونے کو سمجھئے وہ اگر فعل عبد
ہے تو کفر واسلام بھی فعل عبد ہے اور اسکی اضافت خدا کی طرف ایسے ہے جیسے عبادت خدا
کی اضافت اور یہ نہ سہی اگر وحدۃ کی بجائے توحید کہہ دیا تو کیا ہوا آپ لفظ مولوی شریف کو دیکھئے
کاہے کےلئے موضوع ہوا ہے اور کہاں بولا جاتا ہے۔

خاتمیۃ لزوم نبوۃ کا نام نہیں اتصاف ذاتی بنوۃ کا نام ہے

ادھر آپ ابھی کہہ آئے ہیں اور خاتمیت نام تھا لزوم نبوت کا انتہیٰ۔ اور یہ ارشاد خاتم
کے بھی موصوف بالذات ہونے پر مبنی ہے لیکن اس صورت میں اگر کہنا تھا تو یوں کہنا تھا اور خاتمیۃ نام
ہے اتصاف ذاتی نبوت کا مگر ظاہر ہے، لزوم نبوۃ صفت نبوت ہے اور اتصاف بالنبوۃ

صفت موصوف ہے، اور اگر مجازاً ایک کو دوسری کی جا بول دیا ہے تو مجھی پر کیا اعتراض ہے یہ تو ایک جہان پر اور خود اپنے آپ پر اعتراض ہے، تسبیح اور تعزیہ اور مولود اور میلاد وغیرہ الفاظ کا ہے کے لئے موضوع ہیں اور پھر کہاں بولے جاتے ہیں قضایا مشار الیہا یعنی الواحد واحد وغیرہ میں وجوب وجود تو بیشک لازم نہیں آتا پر میں اس کا مدعی بھی نہیں ہاں وجوب ثبوت محمول بے شک لازم ہے آپ بھی غالباً تسلیم ہی کرتے ہوں گے در صورۃ احاطہ جملہ مواطن وجود وحدت مقتضاء ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہوگی ورنہ تعدد ممکن ہو اور ظاہر ہے کہ در صورت احاطہ تعدد کا وہم بھی نہیں آسکتا آپ لازم وجود کو ضروری الحمل نہ کہئے ہاں مفادِ دوام فقط عدم وقوع انفکاک ہے، عدم امکان انفکاک نہیں چنانچہ آپ بھی فرماتے ہیں۔

"لازم وجود کا امکان انفکاک ذات ملزوم سے درست ہوتا ہے انتہیٰ بلا تحریف"

اور کیوں نہ ہو اگر ذات لازم وجود عام کے حق میں لازم ذات ہے تو مادام الوجود اس کا ثبوت اور حمل ضروری مگر بوجہ امکان نفی حمل وجود ہی ضروری نہیں ہوتا اس صورت میں فقط ضرورت وصفی ہوگی ضرورت مطلقہ نہ ہوگی ہاں ضرورت سے ضرورت وصفیہ مراد ہو تو آپ کا فرمانا صحیح مگر یہ بات آپ کو در بارۂ امتناع ذاتی نظیر محمدی صلے اللہ علیہ وسلم مفید ہوگی ورنہ اس کا عرض مفارق ہونا البتہ اس سے امتناع بالغیر نکلے گا آپ بروئے انصاف فرمائیں کون صحیح کہتا ہے اور اگر وجود عام کے حق میں ذات لازم لازم ذات نہیں تو پھر یہ دوام واتصال مفاد قضیہ اتفاقی ہوگا اور یہ احتمال آپ کے مطلب سے اور بھی دور ہو جائے گا۔

آپ نے اول موصوف بالذات ہونا خاصۂ خداوندی فرمایا جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا کوئی اور کسی بات میں بھی موصوف بالذات نہیں اب ذل وافتقار میں اور لوازم مرتبہ امکان میں موصوف بالذات بتلاتے ہیں ادھر زوجیت اربع فرماتے ہیں ادھر آپ کا یہ ارشاد موجود ہے یہ قضیہ کہ ہر وصف میں ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو موصوف بالذات نہیں سمجھتے سالبہ جزئیہ اس لئے عرض کیا تھا کہ وصف امکان وافتقار جو لوازم ذات ممکن سے ہے مکذب سالبہ کلیہ کا تھا اس ارشاد سے صاف عیاں ہے کہ آپ موصوف بالذات کے یہی معنی سمجھتے ہیں کہ وصف اس کے حق میں لازم ذات ہواں دونوں قولوں کے بیچ میں دیکھئے تعارض ہے کہ نہیں۔

اگر آپ فقط وجود اور کمالات وجود میں میری طرح خدا کو موصوف بالذات کہتے ہیں اور بایں معنی اتصاف ذاتی خاصہ خداوندی ہے تو اول تو یہ بات مخالف عموم اور اطلاق عبارت ہے دوسرے پھر آپ کو یہ اختصاص کیا مفید ہوا زوجیت اربع اور ذل وافتقار بھی اوصاف وجودی میں سے ہیں ادھر اتصاف بالعرض اور موجودیت ثانوی جو قسم موجودیت اولا و بالذات سے ہے اوصاف وجودی میں سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب امور مرتبہ ذات خداوندی کے لوازم ذات میں سے نہیں ورنہ ذل وافتقار بھی بنے کیا قصور کیا ہے۔

ہاں اگر یہ مطلب ہے کہ وجود میں شائبہ عدم نہیں کمالات وجود میں شائبہ عدم نہیں اور اوصاف مذکورہ مفہوم ممکن خاص کے تلے داخل ہیں اور ممکن خاص میں وجود و عدم دونوں سے ترکیب ہوتی ہے چنانچہ ممکنہ خاصہ کا قضیہ مرکبہ ہونا اور ایجاب وسلب سے اس میں ترکیب کا ہونا اس پر شاہد ہے اسلئے وجود اور کمالات وجود میں سے اس کو نہیں کہہ سکتے نظر بجہت وجود فقط وجودیات میں سے کہتے ہیں کیونکہ انتساب الی الوجود کے لئے جو مفاد یا نسبت ہے وجود کا منجملہ عناصر ہونا کافی ہے تو اس صورت میں ان اوصاف کو اگرچہ وجودی ہوں کمالات وجود میں سے نہ کہہ سکیں گے چہ جائیکہ نفس وجود ہوں لیکن اس صورت میں نبوت کو بھی عین وجود یا منجملہ کمالات وجود نہ کہہ سکیں گے۔

چنانچہ ظاہر یہی ہے ورنہ خدا تعالیٰ کو نبی کہنا درست ہوتا مگر جب خدا تعالیٰ کو

موصوف بالنبوۃ بالذات نہ کہا تو پھر کسی ممکن ہی کا وصف ذاتی کہنا پڑے گا سو وہ ممکن اگر خود حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تب تو چشم ما روشن دل ما شاد ورنہ تم کو اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عالی درجہ کوئی اور نبی بھی ہے بلکہ اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔

اولیّت و آخریت کو مبادی صفات اضافیہ پر قیاس کرنا غلط ہے

چنانچہ اوپر عرض کر چکا ہوں رازقیّت اور خالقیت وغیرہا صفات باری تعالےٰ سے اگر مبادی صفات مراد ہیں جیسے منطقیوں کے نزدیک علم سے مبدأ العلم اور مبداء الانکشاف مراد ہوا کرتا ہے تب تو وہ اضافی نہیں اگرچہ باعتبار وضع اون الفاظ اضافت پر دلالت کرتے ہوں والعبرۃ للمعانی بلکہ مثل قوت باصرہ یعنی نور بصر یا نور آفتاب ایک مصداق مفرد ہیں اگرچہ مفہوم باصرہ یا منور بالقوۃ ہیں جو ان کے لئے اکثر وصف عنوانی ہوتے ہیں قابلیت اضافت ہو فعلیت پھر بھی نہیں ہاں اس صورت میں قدم اور لزوم ذات خداوندی ضروری اور اگر موافق ظاہر الفاظ خالقیت اور رازقیت سے معنی مصدری یعنی تعلقات مبادی معلوم مراد ہیں تو وہ بے شک اضافی مگر وہ صفات قدیمہ میں سے نہیں بلکہ بالیقین حادث ورنہ مخلوق اور مرزوق قدیم ہو جائیں چنانچہ تعلقات صفات کا حادث ہونا اہل سنت میں مشہور و معروف اور ان کی کتابوں میں موجود ہے مگر چونکہ اولیت وآخریت لاریب منجملہ اضافیات ہیں تو مبادی صفات اضافیہ پر ان کو قیاس کرنا غلط ہے بلکہ تعلقات پر خیال کرنا چاہیئے فرق مفہوم خاتم و موصوف بالذات اوپر عرض کر چکا ہوں حاجت تکرار نہیں جو الزام لزوم ذات خاتمیت کا مکرر جواب لکھئے۔

افضلیت و مفضولیت کا مدار زیادۃِ علوم پر رکھا جائے تو افضلیتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

افضلیت و مفضولیت کا مدار اگر زیادہ علوم پر رکھا جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ علوم سے معلومات مراد ہوں دوسری یہ کہ علوم سے قوائے علمیہ مراد ہوں اول صورت میں تو افضلیت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم عرضی اور افضلیت معلومات ذاتی ہوگی اور یہ مطلب ہوگا کہ مجھے جانا تو مجھ سے ایک فضیلت مل گئی آپ کو جانا تو ایسی ایک فضیلت مل گئی سو اس کو آپ فرمائیں قابل تسلیم ہے یا لائق انکار اور اگر قوائے علمیہ مراد ہیں تو اسکی پھر دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ آپ کے قوائے علمیہ مثل نور شمس شدید اور وسیع اور شفاف ہوں اور اوروں کے قوائے علمیہ مثل نور کواکب ضعیف اور قلیل الوسعۃ اور مکدر دوسری یہ کہ آپ میں بعض قوائے علمیہ اوروں سے زیادہ ہوں پہلی صورۃ میں وہی اتصاف ذاتی بالنبوۃ لازم آئے گا اگر ان قوائے علمیہ ہی کو مایہ النبوۃ کہیئے ورنہ وہ افضلیت فی النبوۃ نہ ہوگی بلکہ افضلیت فی الامر الآخر ہوگی اس امر آخر کا نام علم ہو یا کچھ اور اگر اس صورت میں اتصاف ذاتی نہ ہوگا تو آپ سے اوپر کوئی اور موصوف بالذات ہوگا چنانچہ اوپر مرقوم ہو چکا اور دوسری صورت میں تبائن فی النوع لازم آئے گا جس سے آپ کو انکار ہے کیونکہ اختلاف لوازم ذات دلیل اختلاف ذوات ہوتا ہے۔

ہاں اگر ان قوائے علمیہ کو بالعرض کہیں تو اتحاد و نوع نوعی حضرت سرور انام و دیگر انبیاء کرام علیہ السلام و جملہ بنی آدم متصور ہے لیکن اس صورت میں افضلیت مطلقہ موصوف بالذات ہی کا حصہ ہوگا اور خاتمیت زمانی اسی کا خاصہ غرض افضلیت و خاتمیت زمانی دونوں

ناقص جاتی رہیں گی اور اگر قواء علمیہ کے تعداد میں سب انبیاء علیہم السلام و دیگر بنی آدم برابر ہوں اور شفافی اور وسعت بھی سب کی یکساں ہو پر جیسے آنکھ کے جالے سے نور بصر مستور ہو جاتا ہے اسی طرح بعض انبیاء علیہم السلام کے بعض قواء علمیہ مستور ہوں اور تعلق بالعموم متصور نہ ہو تو اس کا ماحصل وہی افضلیت مکتسب من المعلوم ہو جائے گی۔ اہل اصطلاح کے نزدیک اور اہل حق کے نزدیک، اور آپ کے نزدیک موصوف بالذات کے یہی معنی ہیں کہ وصف موصوف کے حق میں لازم ذات ہو میں نے ہرگز کوئی بات مخالف اصطلاح نہیں کہی خدا جانے آپ کیوں مخالف اصطلاح کہے جاتے ہیں، ہاں آپ کو اس اثبات مخالفت کے لئے کتب اصطلاح کا حوالہ دینا تھا اگر آپ نے حوالہ قوم دیا البتہ میری موافقت اختیار فرمائیے۔

باقی میرا یہ کہنا کہ مطلب سے مطلب ہے بطور تنزل تھا میرا خط آپ کے پاس موجود ہو گا دیکھ لیجئے مطلب اصلی یہ تھا کہ اگر فرض کیجئے مخالفت اصطلاح قدیم ہے تو کیا ہوا ایک اصطلاح جدید سہی ہاں اگر اسکی شرح میرے کلام میں نہ ہوتی تو پھر البتہ موقع گرفت تھا مگر جب موصوف بالذات کے معنی میری اصطلاح کے موافق میرے کلام میں موجود ہوں تو میری براءۃ کے لئے جملہ لامشاحۃ فی الاصطلاح کافی ہے ہاں اگر افاضہ کی صورت میں اتصاف ذاتی نہ ہو سکتا یا نہ ہوا کرتا تو ایک بات بھی تھی۔

خاتمیت مرتبی اور اضافہ حقیقی کو اتصاف ذاتی لازم ہے

مگر اس کو کیا کیجئے جیسے خاتمیت مرتبی کو اتصاف ذاتی لازم ہے ایسے ہی اضافہ حقیقی کے لئے اتصاف ذاتی ضرور مثلاً نور آفتاب بظاہر نظر آفتاب کا وصف ذاتی معلوم ہوتا ہے یعنی عالم شہادت میں اسکی لئے کوئی اور منبع فیض نظر نہیں آتا اور نور قمر

بوجہ استفادہ من الشمس بمعنی عرضی بالعرض اس لئے اضافہ افاضہ نور الی القمر مجازی ہے اور الی الشمس حقیقی اس صورت میں جو موصوف بالذات ہو گا وہی مفیض حقیقی ہو گا مگر آپ اتحاد معنوی سے ہمیشہ ترادف سمجھ جاتے ہیں اسلئے یہ خرابی پیش آتی ہے اور یا خدانخواستہ بوجہ مخاصمۃ فی مابین بات کو رلا دیتے ہیں اگر یہ ہی ہے تو انصاف سے بہت بعید ہے اور اول ہے تو کچھ عیب نہیں غلطی بھی آدمی ہی سے ہوتی ہے مگر بعد تنبیہ اہل فہم و انصاف مان بھی لیا کرتے ہیں سو ہمیں تو آپ کے ذوق فقیری سے یہی امید ہے کہ یہ عرض اب آپ تسلیم ہی فرمائیں گے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال رہا میں آپ صحیح سمجھئے مجھ کو دعوی نہیں امکان غلطی کا انکار نہیں اور در بارۂ تحذیر مجھ کو اب تک کوئی غلطی اپنی معلوم نہیں ہوئی جتنے اعتراض اطراف و جوانب سے میرے پاس آئے ان میں کوئی ایسا معلوم نہیں ہوا جو بروئے انصاف مطلب احقر میں قادح ہو باقی یہ میں دعوے نہیں کرتا کہ مجھ سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مفیض کہنا اور واسطہ فیض جمیع عالم کہنا خود اس جانب مشیر ہے کہ آپ واسطہ فی العروض سمجھتے ہیں واسطہ فی الثبوت نہیں سمجھتے ہاں اگر یہ تجویز کیجئے کہ معدن نبوت مثل خم رنگریز آپ کا محل تصرف ہو جیسا خم رنگریز محل تصرف رنگریز ہوا کرتا ہے ایسے ہی معدن نبوت محل تصرف محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہو جیسے رنگنا اور رنگ کا لگانا رنگریز کے اختیار میں ہوتا ہے ایسے ہی اعطار نبوت آپ کے ہاتھ میں ہو تو البتہ مفیض ہونا تو صحیح ہو گا پر بایں وجہ کہ نبوۃ منجملہ اوصاف ہے اس معدن نبوت کے حق میں وصف ذاتی ہو گا اور انبیاء باقی علیہم السلام کے حق میں عرضی اور خود حضور فیض گنجور کے حق میں نہ ذاتی نہ عرضی آپ کا نبی کہنا ہی غلط ہو جائے گا چہ جائیکہ خاتم النبیین یا افضل الانبیاء ہوں۔

اور اگر بفرض محال اس صورت میں آپ کو نبوت حاصل بھی ہو تو نبوت عرضی ہی ہو گی نبوت ذاتی پھر بھی اس معدن نبوت ہی کے لئے رہے گی جس سے اسکی افضلیت

اور خاتمیت اور آپ کی مفضولیت اور مختومیت آپ کو ماننی پڑے گی اس لئے میں اسی بات کا متوقع ہوں کہ آپ نے جب واسطۂ فیض ہی کہا ہے تو دربارۂ نبوت آپ کو واسطہ فی العروض ہی سمجھ کر کہا ہوگا اور فیوض میں واسطہ فی الثبوت سہی۔

مضمون مسطور کے بعد دربارۂ توافق اصطلاح و تخالف اصطلاح اور لکھنے کی حاجت نہیں مگر ہاں جب مخالف اصطلاح ہی نہیں تو پھر ایہام شرک بھی نہیں ہو سکتا اور ہے تو آپ بھی موصوف بالذات کے وہی معنے لکھتے ہیں اور لفظ موصوف بالذات اوروں پر بولتے ہیں اگر میرے حق میں یہ بات موہم شرک ہے تو آپ کے حق میں بھی موہم شرک ہے میں تو نام ہی کا عالم ہوں آپ بفضلہ تعالیٰ کام کے عالم ہیں اپنے سے بھی مواخذہ ضرور ہے۔

غرض میں نے معنی اصطلاحی سے انکار کیا نہ اب انکار ہے ہاں ہضماً للنفس اور احتیاطاً لکھا تھا کہ اگر مجھ سے مخالفت اصطلاح ظہور میں آجائے تو مستبعد نہیں کتابوں پر مجھ کو ایسی نظر نہیں جیسی ہوا کرتی ہے سنی سنائی بعضی باتیں یاد ہیں یا کبھی کی دیکھی بھالی یاد ہیں مگر جو کچھ یاد ہے اپنے نزدیک یقینی ہے اگر غلطی معلوم ہو جائے گی تو مخالفت اصطلاح کا انشاء اللہ اقرار کیا جائے گا مگر چونکہ اپنے نزدیک جو کچھ معنی اصطلاح قدیم ہے لکھ چکا ہوں تو وہ مخالفۃ مخالفۃ مقصود احقر نہ ہوگی از قبیل اصطلاح جدید ہو جائے گی ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ہاں معنی مقصود اگر لکھے نہ جاتے تو پھر البتہ محل اعتراض تھا۔

عقیدۂ ختم نبوت

اور امتناع بالغیر میں کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسکو کافر سمجھتا ہوں۔

مگر اثر مذکور کے معنے متعلق عالم شہادت کی تکذیب بھی قبیح سمجھتا ہوں بعد ثبوت صحت ایسی تاویلات رکھے کر کے کیا معنی جنکو دلالۃ مطابقی اور محاورہ اہل لسان سے کچھ علاقہ نہ ہو رواۃ احادیث صحیح الاسناد کی نسبت حسن ظن ضرور۔

پھر اگر معنی موافق محاورہ اہل لسان تو تسلیم نہ کیا جائے تو بظاہر معنی مرادی نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نظر آئے گی ہاں اگر مخالفت نصوص تو یہ ہوتی تو کیا مضائقہ تھا لیکن منکران اثر کو جو علیہ تھا مخالفت خاتم النبیین کا دعویٰ تھا سو وہ بفضلہ تعالیٰ ایسی طرح مبدل ہو گیا کہ کہئے البتہ ان معنوں کی صحت کو موصوف بالذات ہونا خاتم کا ضرور ہے اور اس پر بوجوہ انکار تھا جب سب وجوہ انکار پر جواب معروض ہوئے تو مقتضائے انصاف یہ نہیں کہ تسلیم نہ کیجئے۔

خواتم اضافیہ سے افضلیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

باقی رہی یہ بات کہ بہت ہوں گے تو اور افضلیت ہیں تو تی معلوم ہوگی انہیں لوگوں کے مقابلہ میں تھے تو مذکور کو مخالف افضلیت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سمجھ کر تسلیم نہ کرتے تھے غرض یہ تھی کہ چھ اور ہوں گے تو افضلیت میں نقصان نہ ہوگا فضیلت کو بظاہر اور ظہور زیادہ ہو جائے گا بطور تمنا زائد علی السنۃ نہیں کہا تھا جو آپ یہ فرماتے ہیں کہ ایسے واہیات سے قلم روکنا چاہیئے تعجب ہے کہ انکار اثر صحیح الاسناد تو واہیات میں سے نہ ہو منکران اثر کو تو آپ کچھ نہ فرمائیں اور مجھے یہ ارشاد فرمائیں بنظر انصاف سے دیکھیئے تو انکار معنی اثر صحیح الاسناد جو موافق محاورہ اہل لسان ہوں منجملہ واہیات ہے، اور بطور فرض یہ کہنا کہ اگر ہزار دو ہزار اور مستفیض ہوں تو آپ کی افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے گی بلکہ اور رفعت

منزلت بڑھ جائے گی ہرگز واہیات میں سے نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں انی مکاثر بکم الامم اس سے تمنا زیادتی امت مطلوب ہے اور ظاہر ہے کہ جس قدر آپ
کی امت کی تعداد ہوگی اگر اس سے زیادہ بڑھ جائے بسبب اشارہ انی مکاثر بکم الامم
آپ کی رفعت کے اور بھی ترقی بوجہ ادنیٰ ادنیٰ امتیوں کی زیادتی سے افتخار متصور ہو تو انبیاءً
یا خواتم مراتب اضافیہ کے امتی ہو جانے سے کیونکر ترقی متصور نہ ہو اس صورت میں اگر
یہ کمترین روزگار آپ کے لئے یہ آرزو کرے گو حیز وصول میں اس کا آنا معلوم مگر دلیل
نیازمندی وعقیدت ہو گا نہ دلیل توہین ذلیل توہین اگر ہے تو آپ ہی کا قول ہے اور موہم انکار قدرت
ہے تو آپ ہی کا قول ہے آپ کو پہلے تو یہ چاہیئے ہاں اگر درگاہ خداوندی درگاہ بے نہایت
نہ ہوتی تو یہ بھی احتمال تھا کہ جو مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہو گیا اس سے زیادہ
متصور نہیں مگر خدا کی درگاہ کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے

اے برادر بے نہایت درگہی ست
ہر چہ بروئے میرسی بروئے مایست

خداوندکریم کے کمالات ورفعت مراتب کی لاتناہی از قسم لاتناہی اجتماعی وبالفعل ہے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ترقیات کی لاتناہی از قسم لاتقف عند حد اس صورت میں
بجز تقاضاء محبت اور کیا خرابی ہے ہاں انتظار وتوقع کیا جائے تو البتہ قبل ثبوت سند
اس قسم کے مضامین میں ایسے خیال باندھنے منجملہ الحاد ہوتے ہیں سو آپ ہی انصاف سے
فرمائیں کہ میری کلام میں انتظار وتوقع کہاں ہے اور میری کلام کا انتظار وتوقع پر حمل کرنا
دور از انصاف ہے یا نہیں اور منجملہ افتراء بہتان ہے یا نہیں

والسلام۔

مکتوب رابع[1]

مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

بخدمت مخدومی مطاعی جناب مولوی محمد قاسم صاحب دام فیوضہ۔

بعد تسلیم وتحیہ مسنون عرض بادکہ صحیفہ شریف درجواب عریضہ ثالث پنجم یا ششم صفر
عز ورود فرمود مگر بسبب لحوق تپ وعوارض شش نوبت مطالعہ نیامدہ ونیز منع جناب از جواب
نویسی باین عنوان کہ اگر این مرتبہ جواب نوشتی دیگر سے جواب خواہد نوشت نہ آں مانع قوی
ومعلل آمد کہ چون جواب نوشتن نیست حاجت مطالعہ بعجلت چیست مگر از آنجا کہ منع زبانی
بود تحریر از آں نشانی نداشت ساقط الاعتبار گشت لہٰذا ترسان عرض مطلب مینمایم نہ بطور
جواب تا از شاگرداں والاشان بمعرض عتاب بیایم کہ این مرتبہ جناب سامی نیز دراصل مطلب
فیصلہ فرمودہ وحاجت جواب نگذاشتہ ارشاد است کہ جب آپ یوں کہتے ہیں کہ

[1] بخدمت مخدومی ومطاعی جناب مولوی محمد قاسم صاحب دام فیوضہ۔
تحیۃ وسلام کے بعد عرض احوال یہ ہے کہ میرے تیسرے خط کے جواب میں جناب کا والا نامہ تو پانچ یا چھ
صفر کو ہی موصول ہو گیا تھا، مگر بخار اور دیگر عوارض کے سبب ملاحظہ نہ کیا جاسکا۔ نیز آنجناب نے یہ کہہ کر
جواب دینے سے انکار کر دیا تھا کہ اس مرتبہ جواب دے دیا تو آئندہ جواب نہیں دیا جائے گا، یہ بھی ایک وجہ ہو گئی
کہ جب جواب ہی نہیں لکھنا تو جلدی پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے، مگر چونکہ جناب کی ممانعت زبانی طور پر معلوم
ہوئی تحریر سے مترشح نہ ہوتی تھی لہٰذا ترساں و لرزاں مطلب عرض کئے دیتا ہوں آپکے مکتوب کی جواب ہی
پیش نظر نہیں تاکہ جناب والا کے شاگردوں کے عتاب کا مستحق اور سزاوار نہ ہو جاؤں، کیونکہ جناب عالی نے
بھی اس مرتبہ فیصلہ صادر فرمادیا ہے اور جواب کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی ارشاد ہے کہ:۔
"جب آپ یوں کہتے ہیں کہ پس نظیر آنحضرت علیہ السلام کا اولیہ وآخریہ میں ممتنع بالذات
اور اوصاف آخر میں ممکن بالذات تو فیصلہ ہو گیا۔ وصف خاتمیت سے تو نہ ہم کو
بحث ہے نہ مولانا محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کو بحث تھی۔ اگر تھی تو باعتبار کمال تھی
تو خاتمیت زمانی یا اولیت زمانی کچھ کمال نہیں الخ۔"

پس نظیر اون علیہ السلام کا اولیہ و آخریہ میں،
ممتنع بالذات اور اوصاف آخر میں ممکن بالذات تو فیصلہ ہوگیا وصف خاتمیہ
سے تو نہ ہم کو بحث ہے نہ مولینا محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کو بحث تھی اگر تھی تو
باعتبار کمال تھی تو خاتمیۃ زمانی یا اولیۃ زمانی کچھ کمال نہیں الخ "

مخدوما در حقیقت عقیدہ ہمیں است و دریں عقیدہ چوں جناب و مولانا مرحوم با فقیر موافق اند ہیچ منازعت نماند صرف دریں امر کہ جناب سامی و آں مرحوم ختم نبوت و اولیۃ خلق را از کمالات نمی نہند و فقیر از کمالات میداند ختم نبوت را بر صرف تاخر زمانی و اولیۃ را بر محض تقدم زمانی محمول نمی کند چہ ختم نبوت را در محامد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خداوند کریم تعالیٰ شانہٗ شمردہ و اولیۃ را خود حضور پر نور در مفاخر معدود فرمودہ اند انا اول شافع و اول مشفع الحدیث پس جناب مختار اند کہ خاتمیۃ و اولیۃ را از محامد شمرند یا نشمرند مگر چوں نظیر خاتم و اول ممتنع بالذات

مخدوم محترم یہ تو در حقیقت ہمارا ہی عقیدہ ہے اور اس عقیدہ میں چونکہ آنجناب اور مولانا مرحوم اس فقیر کے ہم عقیدہ ہیں، اسلئے اختلاف بس اس میں باقی رہ گیا کہ آنجناب اور مولانا مرحوم ختم نبوت (زمانی) اور تمام مخلوق سے آپ کی پیدائش میں اولیت کو آپ کے ذاتی کمالات میں سے نہیں سمجھتے، اور فقیر کمالات ذاتیہ میں سے گردانتا ہے، ختم نبوت کو باعتبار تاخر زمانی اور اولیت کو محض تقدم زمانی پر محمول نہیں کرتا، اسلئے کہ ختم نبوت زمانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد میں خود خداوند کریم تعالیٰ شانہٗ نے بیان فرمایا ہے۔ اور اولیت کو حضور پُر نور نے اپنے مفاخر میں خود ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ اول شافع و اول مشفع کی حدیث میں ہے، پس جناب کو اختیار ہے کہ خاتمیت (زمانی) اور اولیت (پیدائش) کو آپ کے محامد ذاتیہ میں شمار کریں یا نہ کریں، مگر چونکہ جناب بھی نظیر خاتم اور نظیر اول کو ممتنع بالذات اور دیگر کمالات کی نظیر کو ممتنع بالغیر سمجھتے ہیں، اسلئے اس زیر بحث مسئلہ میں اختلاف رفع ہوگیا، اور اس فقیر کا عقیدہ جناب والا کے عقیدے کے بالکل موافق ہوگیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ محمد عبد العزیز عفی عنہٗ۔

و نظیر دیگر کمالات ممتنع بالغیر دانستند پس دریں خصوص منازعت برخاست و عقیدہ فقیر با عقیدہ جناب موافق گردید۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

محمد عبد العزیز عفی عنہ

جواب مکتوب رابع [۱]

از حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

ہیچمیدان کمترین جہان محمد قاسم بخدمت مخدومی مکرمی مولوی عبد العزیز صاحب دام عزہٗ پس از سلام مسنون عرض پرداز است دو روز شدہ باشد کہ عنایت نامہ باز سرمایۂ منت ہائے فراواں شد بمطالعہ اش حمد خداوند کریم گفتم و داد انصاف جناب دادم کمال انسانی ایں است نہ اتباع حب جاہ و ہوا و نفسانی جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

مخدوما بندہ را از عنفوان جوانی با کسے سر پرخاش نبود ایں ہجوم اعتراضات از اطراف

(۱ ترجمہ)

ہیچمیدان کمترین جہاں محمد قاسم مخدومی مکرمی مولوی عبد العزیز صاحب دام عزہٗ کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد عرض پرداز ہے کہ دو روز قبل جناب کا عنایت نامہ باعث صد افتخار ہوا پڑھنے کے بعد خداوند کریم کی حمد بیان کی اور جناب کے انصاف کی داد دیتا ہوں۔ انسان کا کمال اسی میں ہے کہ حب جاہ اور ہواء نفسانی کی پیروی میں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔
ادھر اُدھر کے اعتراضات کی کثرت سے تنگ دلی کے ناخنوں سے میرا دل پارہ پارہ ہوگیا ہے اور بہت جلد تیزی کے ساتھ موجودہ زمانہ کے برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں بدگمانیوں کے نقوش میرے دل پر ثبت ہوگئے ہیں اور اس خلش سے نہ جانے کتنی خرابیاں ظہور پذیر ہوئیں اور یہ خلش دور نہ ہوسکی کہ تمام اخوت اسلامی کے تقاضے عداوت نفسانی میں کیونکر

وجوابِ ناخنہاء ملال بدل پارہ پارہ ام زدو بدگمانیہا از اعیانِ روزگار بدلم نقش بست دبایں یک خلش چہ خرابیہا کہ نخاست مقتضاء اخوۃ اسلامی ہمہ مبدل بعداوۃ نفسانی شد نظر بریں چہ غم و غصہ کہ بر خود نمیداشتم و از دیگران چہ شکایتہا بدلم نبود مگر الحمد للہ انمخدوم بوجہ انصاف پرستی ایں قصہ را کوتاہ کردند و قلم از دست انداختند باقی ماند ایں کہ اولیۃ زمانی یا آخریۃ زمانی از کمالات ست یا نی اکنوں قابلِ بحث نماند ورنہ دریں بارہ دیگر قلم فرسائیہا موجب تکدر خاطر خواہد شد

خلاصہ خیالات ما دریں بارہ انیست کہ اولیت زمانی یا آخریۃ زمانی بحیثیت جہات مختلفہ از ہماں خاتمیت مرتبی زادہ اند ما آں را از معلولات و مسببات اصل کمال میدانم و او شاں برعکس قرار میدہند یعنی نزد ما بناء اولیۃ شفاعۃ و اولیۃ مخلوقیت و خاتمیت ہماں اولیۃ ذاتی و خاتمیۃ مرتبی ست کمال ذاتی آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ الکرام

بدل گئے اس وجہ سے اپنے آپ پر ہی غصہ آتا ہے دوسروں سے دل میں کیا شکایت پیدا ہوگی مگر الحمد للہ کہ آنجناب نے انصاف پر عمل کرتے ہوئے اس مباحثہ کو ختم کر کے قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔ باقی یہ کہ اولیت زمانی یا آخریت زمانی کمالات میں یہ کوئی قابلِ بحث بات نہیں کیونکہ اس بحث میں الجھنے کے بعد مزید قلم گھسانا باہم طبیعتوں میں تکدر کا باعث ہو سکتا ہے مختصراً اس بارہ میں میرا نظریہ یہ ہے کہ اولیت زمانی یا آخریت زمانی بحیثیتِ جہاتِ مختلفہ خاتمیت مرتبی ہی کے اجزاء ہیں۔ میں اصل کمال معلولات و مسببات کو گردانتا ہوں اور وہ حضرات اس کے برعکس دوسری بات کو لیتے ہیں دوسرے لفظوں میں میرے نزدیک اولیت شفاعت، اولیت مخلوقیت اور خاتمیت کی بنا پر اولیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہونا آنحضرت سرورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ آلہ الکرام کے کمالِ ذاتی کی وجہ سے ہے۔ اولیت و آخریت اس کے مقتضیات میں سے ہے۔ اولیت و آخریت وجہ کمال اور مقتضاء علت و سبب نہیں ہے اسکی مثال یوں

مقتضی ایں اولیۃ و آخریۃ شد اولیۃ و آخریۃ سرمایہ کمال و علت و سبب مقتضی آں نیست وایں بداں ماند کہ تخم و بیخ را اولیۃ زمانی بوجہ ہماں اولیۃ ذاتی میسر آمد کہ از سببیۃ و علیۃ آں ہویداست و ثمر را آخریہ ظہور از خوبی ذاتی و مقصودیہ آں بدست آید کہ از علت غائیش پیدا است قصہ برعکس نیست ایں نتواں گفت کہ اصل را تقدم زمانی بدست افتاد یا ثمر را مقصودیۃ و علت عالی از تاخر زمانی راہ و اکنوں آنمخدوم را اختیار ست کہ کمال ذاتی را اصل آں شمرند یا تاخر زمانی را علۃ کمال دانند و مبحوث عنہٗ نبودن نظیر آخریۃ زمانی مسلم مگر تسلیم امتناع آں بطور تنزل بود ورنہ در جواب اول آنچہ دریں بارہ معروض شد خود محفوظ خواہد بود بلکہ یاد دارم بعقیدۂ مشارٌ الیہ و آں نامہ اول ہم اشارہ کردہ ام مگر شاید بوجہے از خیال آں مخدوم رفتہ باشد یا بوقت قلت التفات نظر بر عریضہ احقر میثلاختہ باشد، والسلام خیر ختام۔

الراقم :۔ محمد قاسم

سمجھئے کہ بیج اور جڑ کو بوجہ اولیت ذاتی کے اولیت زمانی حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کا ظہور اس علت اور سبب کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ اور پھل کا آخر میں ظہور اسکی ذاتی خوبی کی وجہ سے ہوتا ہے اور مقصود ہاتھ آجاتا ہے کہ علت سے انتہا پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس معاملہ نہیں ہوا کرتا یہ نہیں کہا جاتا کہ تقدم زمانی سے اصل ہاتھ آیا یا ثمر جو کہ مقصود ہے اور علتِ عالی تاخر زمانی سے حاصل ہوتی ہے اور یہ آنمخدوم کو اختیار ہے کہ کمال ذاتی کو اصل قرار دیں یا تاخر زمانی کو کمال کی علت کہیں اور زیر بحث مسئلہ میں نظیر آخریت زمانی کا نہ ہونا تو مسلم ہے مگر اس کا ممتنع تسلیم کرنا بطورِ تنزل کے ہے ورنہ اپنا عقیدہ تو پہلے خط کے جواب میں تحریر کر چکا ہوں۔

یاد پڑتا ہے کہ اپنے عقیدہ مذکورہ کی طرف پہلے خط میں اشارہ کر چکا ہوں لیکن شاید کسی وجہ سے آنمخدوم کے خیال سے وہ نکل گیا ہو یا احقر کا عریضہ پڑھتے وقت عدم توجہی سے کام لیا ہے۔ والسلام خیر ختام

راقم :۔ محمد قاسم

حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ